

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب _____ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 18)

مصنف _____ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ _____ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ _____ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ _____ حافظ محمد غلام رسول فریدی

طباعت _____ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت _____ اکتوبر 2011ء

ناشر _____ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685, 4466985

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۶	انہوں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی جیسے پہچاننے کا حق تھا	۲۲	۷۴	۱۳۸
۱۹۷	اللہ اپنا پیغام پہنچانے کیلئے جس کو چاہے منتخب فرما لیتا ہے	۲۲	۷۵	۱۳۸
۱۹۸	اللہ تعالیٰ اُن کے اگلے اور پچھلے معاملات کو جانتا ہے	۲۲	۷۶	۱۳۸
۱۹۹	ایمان والوں کو نماز، عبادت اور نیکی کے کام کرنے کا حکم	۲۲	۷۷	۱۳۹
۲۰۰	اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے	۲۲	۷۸	۱۴۰
۲۰۱	اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے	۲۲	۷۸	۱۴۰
۲۰۲	اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو وہی تمہارا مالک ہے	۲۲	۷۸	۱۴۰
۲۰۳	پارہ نمبر 18			۱۴۳
۲۰۴	سورة المومنون	۲۳		۱۴۳
۲۰۵	بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے	۲۳	۱	۱۴۴
۲۰۶	جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں	۲۳	۲	۱۴۴
۲۰۷	اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں	۲۳	۳	۱۴۴
۲۰۸	اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں	۲۳	۴	۱۴۴
۲۰۹	اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں	۲۳	۵	۱۴۴
۲۱۰	اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جانے میں کوئی ملامت نہیں	۲۳	۶	۱۴۴
۲۱۱	ان کے علاوہ غیر عورتوں کے پاس جانے والے تجاوز کر نیوالے ہیں	۲۳	۷	۱۴۵
۲۱۲	اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں	۲۳	۸	۱۴۵
۲۱۳	اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں	۲۳	۹	۱۴۷

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۴	یہی لوگ جنت الفردوس کے مالک ہیں	۲۳	۱۱، ۱۰	۱۴۷
۲۱۵	بے شک اللہ نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا فرمایا	۲۳	۱۲	۱۴۷
۲۱۶	پھر پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں رکھا	۲۳	۱۳	۱۴۷
۲۱۷	خون کے لوتھڑے سے روح پھونکنے تک کے مراحل	۲۳	۱۴	۱۴۷
۲۱۸	یقیناً انسان ان مراحل سے گزرنے کے بعد مرنے والا ہی ہے	۲۳	۱۵	۱۴۹
۲۱۹	پھر اللہ قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے گا	۲۳	۱۶	۱۴۹
۲۲۰	اللہ نے ہمارے اوپر سات راستے بنادئے ہیں	۲۳	۱۷	۱۴۹
۲۲۱	اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی اُتارا	۲۳	۱۸	۱۴۹
۲۲۲	پھر اس پانی سے بہت سے پھل اور باغات اُگائے	۲۳	۱۹	۱۴۹
۲۲۳	زیتون کے درخت کا تذکرہ	۲۳	۲۰	۱۴۹
۲۲۴	اللہ تعالیٰ کا جانوروں سے دودھ عطا فرمانا عظیم نعمت ہے	۲۳	۲۱	۱۵۱
۲۲۵	یہ مویشی اور کشتیاں سواری کیلئے بھی استعمال ہوتی ہیں	۲۳	۲۲	۱۵۱
۲۲۶	سیدنا نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا تذکرہ	۲۳	۲۳	۱۵۱
۲۲۷	قوم نوح کے سرداروں نے کہا یہ تو بشر اللہ نے فرشتے کیوں نہ بھیجے	۲۳	۲۴	۱۵۳
۲۲۸	قوم نوح آپ کو مجنون کہنے لگی	۲۳	۲۵	۱۵۳
۲۲۹	سیدنا نوح علیہ السلام نے مدد کیلئے اللہ سے دعا کی	۲۳	۲۶	۱۵۳
۲۳۰	اللہ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم فرمایا	۲۳	۲۷	۱۵۴
۲۳۱	کشتی میں ہر جنس کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا اکٹھا کیا	۲۳	۲۸	۱۵۴

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۲	آپ اور آپ کے ساتھی کشتی میں سوار ہو کر اللہ کی تعریف کریں	۲۳	۲۸	۱۵۴
۲۳۳	اللہ سے دُعا کریں کہ یا اللہ مجھے برکت والی زمین پر اُتار	۲۳	۲۹	۱۵۶
۲۳۴	اس واقعہ میں اللہ کی نشانیاں ہیں	۲۳	۳۰	۱۵۶
۲۳۵	پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے نئی مخلوق کو پیدا فرمایا	۲۳	۳۱	۱۵۶
۲۳۶	پھر اُن میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا	۲۳	۳۲	۱۵۶
۲۳۷	قوم کے سردار کہنے لگے یہ تو تمہاری طرح بشر ہے	۲۳	۳۳	۱۵۷
۲۳۸	اور کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کر لی تو بہت نقصان ہے	۲۳	۳۴	۱۵۷
۲۳۹	یہ (نبی) کہتا ہے کہ تم مرنے کے بعد اُٹھائے جاؤ گے	۲۳	۳۵	۱۵۷
۲۴۰	جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا پورا ہونا بہت دور ہے	۲۳	۳۶	۱۵۷
۲۴۱	کفار کا کہنا ہے کہ ہماری تو صرف اسی دنیا کی زندگی ہے	۲۳	۳۷	۱۵۸
۲۴۲	وہ کہتے ہیں کہ یہ رسول تو صرف اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہا ہے	۲۳	۳۸	۱۵۸
۲۴۳	اللہ کے نبی نے مدد کیلئے اللہ سے دعا کی	۲۳	۳۹	۱۵۸
۲۴۴	اللہ نے فرمایا! پریشان نہ ہوں یہ اپنے کئے پر پشیمان ہونگے	۲۳	۴۰	۱۵۸
۲۴۵	پھر اللہ کے عذاب نے اُنہیں پکڑ لیا	۲۳	۴۱	۱۵۸
۲۴۶	پھر اللہ نے اس کے بعد کئی اُمتیں پیدا فرمائیں	۲۳	۴۲	۱۶۰
۲۴۷	کوئی اُمت اپنی مقررہ معیاد سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی	۲۳	۴۳	۱۶۰
۲۴۸	ہر اُمت نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا	۲۳	۴۴	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۹	سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو بھیجنے کا ذکر	۲۳	۴۵	۱۶۰
۲۵۰	فرعون اور اس کے درباری بڑے متکبر اور سرکش تھے	۲۳	۴۶	۱۶۱
۲۵۱	انہوں نے کہا ہم ان پر ایمان لائیں جنکی قوم ہماری غلام ہے	۲۳	۴۷	۱۶۱
۲۵۲	وہ ان دونوں نبیوں کو جھٹلا کر برباد ہونیوالوں میں شامل ہو گئے	۲۳	۴۸	۱۶۱
۲۵۳	اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی	۲۳	۴۹	۱۶۱
۲۵۴	اللہ نے سیدنا عیسیٰ اور ان کی والدہ کو اپنی نشانی بنا دیا	۲۳	۵۰	۱۶۲
۲۵۵	رسل کو پاک چیزیں کھانے اور نیک کام کرنے کا حکم	۲۳	۵۱	۱۶۳
۲۵۶	اللہ ہی سب کا رب ہے اُس سے ڈرو	۲۳	۵۲	۱۶۳
۲۵۷	پھر لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے	۲۳	۵۳	۱۶۳
۲۵۸	اے محبوب! آپ انہیں غفلت میں چھوڑ دیں	۲۳	۵۴	۱۶۳
۲۵۹	اللہ تعالیٰ پھر بھی مال اور اولاد سے ان کی مدد فرما رہا ہے	۲۳	۵۵	۱۶۳
۲۶۰	اللہ تو انہیں بھلائیاں پہنچانے میں جلدی فرماتا ہے وہ سمجھ نہیں رہے	۲۳	۵۶	۱۶۴
۲۶۱	بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں	۲۳	۵۷	۱۶۶
۲۶۲	اور جو لوگ اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں	۲۳	۵۸	۱۶۶
۲۶۳	اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے	۲۳	۵۹	۱۶۶
۲۶۴	اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) کچھ دیتے ہیں	۲۳	۶۰	۱۶۶
۲۶۵	وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں	۲۳	۶۱	۱۶۶
۲۶۶	وہی لوگ نیکوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں	۲۳	۶۱	۱۶۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۷	اللہ تعالیٰ کسی جان کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا	۲۳	۶۲	۱۶۶
۲۶۸	کفار کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں	۲۳	۶۳	۱۶۸
۲۶۹	جب اللہ تعالیٰ کفار کے خوشحال لوگوں کو پکڑے گا تو وہ چلا نہیں گے	۲۳	۶۴	۱۶۸
۲۷۰	پھر ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی	۲۳	۶۵	۱۶۸
۲۷۱	کیونکہ وہ اللہ کی آیات کو سن کر تکبر و غرور کیا کرتے تھے	۲۳	۶۶	۱۶۸
۲۷۲	پھر کفار بے ہودہ باتیں بھی کیا کرتے تھے	۲۳	۶۷	۱۶۸
۲۷۳	کیا وہ اللہ کے کلام میں غور نہیں کرتے	۲۳	۶۸	۱۷۰
۲۷۴	انہوں نے اپنے رسول کو بھی نہیں پہچانا	۲۳	۶۹	۱۷۰
۲۷۵	وہ اپنے رسول کو (مجنون) پاگل کہنے لگے	۲۳	۷۰	۱۷۰
۲۷۶	اگر حق تعالیٰ انکی خواہشات کی پیروی کرتا تو سب کچھ تباہ ہو جاتا	۲۳	۷۱	۱۷۰
۲۷۷	کیا آپ اُن سے تبلیغ رسالت پر کچھ اجر مانگتے ہیں؟	۲۳	۷۲	۱۷۰
۲۷۸	اور بے شک آپ ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دیتے ہیں	۲۳	۷۳	۱۷۲
۲۷۹	بیشک آخرت کے منکر ہی صراطِ مستقیم سے کترائے ہوئے ہیں	۲۳	۷۴	۱۷۲
۲۸۰	اگر اللہ ان پر رحم فرما بھی دے وہ پھر بھی سرکش ہی رہیں گے	۲۳	۷۵	۱۷۲
۲۸۱	اللہ کے عذاب کے پکڑنے کے باوجود نہ جھکے نہ توبہ کی	۲۳	۷۶	۱۷۲
۲۸۲	لیکن جب ان پر سخت عذاب آئیگا تو پھر مایوس ہوں گے	۲۳	۷۷	۱۷۲
۲۸۳	وہی اللہ ہے جس نے ہمیں کان، آنکھ اور دل جیسی نعمتیں دیں	۲۳	۷۸	۱۷۴
۲۸۴	اور وہی اللہ ہے جس نے ہمیں زمین پر پھیلایا	۲۳	۷۹	۱۷۴

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۵	زندگی، موت اور دن رات کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے	۲۳	۸۰	۱۷۴
۲۸۶	یہ لوگ بھی پچھلے کفار کی طرح باتیں کرتے ہیں	۲۳	۸۱	۱۷۴
۲۸۷	وہ کہتے ہیں کیا ہم مرنے کے بعد اُٹھائے جائیں گے؟	۲۳	۸۲	۱۷۴
۲۸۸	کفار کہتے یہ تو صرف قصے کہانیاں ہیں	۲۳	۸۳	۱۷۶
۲۸۹	اُن سے پوچھیں یہ زمین اور اسکے لوگ کس کی ملکیت ہیں؟	۲۳	۸۴	۱۷۶
۲۹۰	عنقریب وہ کہہ دیں گے یہ سب اللہ کی ملکیت ہے	۲۳	۸۵	۱۷۶
۲۹۱	محبوب! آپ کہتے سات آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟	۲۳	۸۶	۱۷۶
۲۹۲	عنقریب وہ کہہ دیں گے اللہ ہی سب کا رب ہے	۲۳	۸۷	۱۷۶
۲۹۳	محبوب! آپ کہتے کس کے ہاتھ میں سب کی بادشاہی ہے؟	۲۳	۸۸	۱۷۶
۲۹۴	اللہ کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا	۲۳	۸۸	۱۷۶
۲۹۵	اب وہ کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے	۲۳	۸۹	۱۷۶
۲۹۶	اللہ نے اُن کے پاس حق بھیجا بے شک وہ جھوٹے ہیں	۲۳	۹۰	۱۷۸
۲۹۷	اللہ کی کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی کوئی اسکے سوا عبادت کے لائق ہے	۲۳	۹۱	۱۷۸
۲۹۸	اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے	۲۳	۹۲	۱۷۸
۲۹۹	محبوب! آپ کہتے اے اللہ اگر تو مجھے عذاب دکھانے لگے			
۳۰۰	جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے تو مجھے ظالم قوم سے نہ اُٹھانا	۲۳	۹۴، ۹۳	۱۷۹
۳۰۱	بیشک اللہ وہ عذاب آپ کو دکھانے پر قادر ہے	۲۳	۹۵	۱۷۹
۳۰۲	محبوب! آپ برائی کو اچھے طریقہ سے دور کریں	۲۳	۹۶	۱۷۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۳	آپ کہئے یا اللہ میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں	۲۳	۹۸، ۹۷	۱۷۹
۳۰۴	جب انہیں موت آتی ہے تو واپس آنے کی تمنا کرتے ہیں	۲۳	۹۹	۱۸۲
۳۰۵	تا کہ وہ دنیا میں آکر نیک کام کر سکیں	۲۳	۱۰۰	۱۸۲
۳۰۶	جب صورت پھونکا جائے گا تو ان کے سب رشتے ختم ہو جائیں گے	۲۳	۱۰۱	۱۸۲
۳۰۷	جن کے میزان میں پلے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے	۲۳	۱۰۲	۱۸۲
۳۰۸	جن کے میزان میں پلے ہلکے ہوں گے وہی دوزخی ہوں گے	۲۳	۱۰۳	۱۸۲
۳۰۹	آگ ان کے چہروں کو جھلستی رہے گی	۲۳	۱۰۴	۱۸۲
۳۱۰	کیا ان پر ہماری آیات پڑھی نہ جاتی تھیں اور وہ جھٹلا دیتے تھے	۲۳	۱۰۵	۱۸۴
۳۱۱	وہ عرض کریں گے یا اللہ ہم بد بخت لوگ تھے	۲۳	۱۰۶	۱۸۴
۳۱۲	وہ کہیں گے یا اللہ ہمیں دوزخ سے نکال پھر کفر نہیں کریں گے	۲۳	۱۰۷	۱۸۴
۳۱۳	اللہ فرمائے گا تم راندھے ہوئے ہو مجھ سے بات نہ کرو	۲۳	۱۰۸	۱۸۴
۳۱۴	اللہ کے بندوں میں سے ایک گروہ اللہ سے مغفرت مانگتا تھا	۲۳	۱۰۹	۱۸۴
۳۱۵	اے کافرو! تم ایسے اللہ کے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے؟	۲۳	۱۱۰	۱۸۶
۳۱۶	بیشک اللہ نے ان کے صبر کی اچھی جزا دی	۲۳	۱۱۱	۱۸۶
۳۱۷	اللہ فرمائے گا تم زمین میں کتنے سال رہے تھے؟	۲۳	۱۱۲	۱۸۶
۳۱۸	وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے	۲۳	۱۱۳	۱۸۶
۳۱۹	اللہ فرمائے گا تم بہت کم وقت ٹھہرے تھے کاش تم نے پہلے			
	جان لیا ہوتا	۲۳	۱۱۴	۱۸۶

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۰	کیا تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ نے تم کو فضول پیدا کیا	۲۳	۱۱۵	۱۸۷
۳۲۱	اللہ بلند و بالا شان والا ہے جو حقیقی بادشاہ ہے	۲۳	۱۱۶	۱۸۷
۳۲۲	اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے والے کافر کا میاب نہ ہونگے	۲۳	۱۱۷	۱۸۷
۳۲۳	محبوب! آپ کہئے اے میرے رب مغفرت فرما اور رحم فرما	۲۳	۱۱۸	۱۸۷
۳۲۴	سورۃ نور	۲۴		۱۸۹
۳۲۵	اللہ تعالیٰ نے نصیحت کیلئے اس میں واضح احکامات نازل کئے	۲۴	۱	۱۹۰
۳۲۶	زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا	۲۴	۲	۱۹۰
۳۲۷	زانی مرد اور زانیہ عورت کے نکاح کا حکم	۲۴	۳	۱۹۲
۳۲۸	پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا	۲۴	۴	۱۹۴
۳۲۹	اگر بہتان لگانے کے بعد توبہ کر لیں تو اللہ غفور و رحیم ہے	۲۴	۵	۱۹۴
۳۳۰	میاں بیوی پر تہمت لگائے اور گواہ بھی نہ ہوں تو کیسے ثابت کرے؟	۲۴	۶ ، ۷	۱۹۶
۳۳۱	خاوند کے الزام میں بیوی کو اپنی صفائی پیش کرنے کا طریقہ	۲۴	۸ ، ۹	۱۹۶
۳۳۲	اگر تم پر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو عذاب نازل ہو جاتا	۲۴	۱۰	۱۹۶
۳۳۳	سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگانے میں حصہ لینے والوں پر عذاب	۲۴	۱۱	۱۹۸
۳۳۴	تہمت کے بعد مومنوں کو چاہئے تھا کہ اپنوں کے متعلق اچھا گمان کرتے	۲۴	۱۲	۲۰۱
۳۳۵	تہمت لگانے والے گواہ نہ لاسکے لہذا وہی جھوٹے ہیں	۲۴	۱۳	۲۰۱
۳۳۶	اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا	۲۴	۱۴	۲۰۱
۳۳۷	تم تو تہمت کو معمولی بات سمجھتے رہے جبکہ یہ بڑی سنگین بات تھی	۲۴	۱۵	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۸	مومنو! تم نے یہ سنتے ہی کیوں نہ کہا کہ یہ بات کرنا ہمارے لئے جائز نہیں	۲۴	۱۶	۲۰۲
۳۳۹	اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی بھی نہ کرنا	۲۴	۱۷	۲۰۲
۳۴۰	اللہ تعالیٰ آیات بیان فرما رہا ہے اور اللہ بہت علم والا، حکمت والا ہے	۲۴	۱۸	۲۰۳
۳۴۱	مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے والوں کیلئے عذاب ہے	۲۴	۱۹	۲۰۴
۳۴۲	اگر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم بچ نہ سکتے	۲۴	۲۰	۲۰۴
۳۴۳	اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو	۲۴	۲۱	۲۰۶
۳۴۴	تم میں سے خوشحال لوگ اپنے اقرباء کو مالی امداد نہ دینے کی قسم نہ اٹھائیں	۲۴	۲۲	۲۰۶
۳۴۵	پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا والے دنیا و آخرت میں لعنتی ہیں	۲۴	۲۳	۲۰۸
۳۴۶	قیامت کے دن اُن کے ہاتھ پاؤں انکے خلاف گواہی دیں گے	۲۴	۲۴	۲۰۸
۳۴۷	اس دن اللہ تعالیٰ حق و انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا	۲۴	۲۵	۲۰۹
۳۴۸	ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے ہیں	۲۴	۲۶	۲۱۰
۳۴۹	بغیر اجازت کسی دوسرے کے گھر میں داخل مت ہوں	۲۴	۲۷	۲۱۲
۳۵۰	اگر کوئی گھر میں نہ ہو تو داخل مت ہوں بغیر گھر والوں کی اجازت کے	۲۴	۲۸	۲۱۲
۳۵۱	غیر آباد گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونے میں حرج نہیں	۲۴	۲۹	۲۱۴
۳۵۲	مومن مردوں کو نگاہیں نیچی اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم	۲۴	۳۰	۲۱۴
۳۵۳	مومن عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم	۲۴	۳۱	۲۱۶
۳۵۴	عورتیں اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں اور دوپٹہ لینے کا اہتمام کریں	۲۴	۳۱	۲۱۶
۳۵۵	جن کے سامنے زیب و زینت ظاہر کرنے کی اجازت ہے	۲۴	۳۱	۲۱۶

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۶	غلاموں اور کنیزوں کا نکاح تنگدستی کی وجہ سے نہ روکو	۲۴	۳۲	۲۱۸
۳۵۷	جس میں نکاح کی طاقت نہ ہو وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھے	۲۴	۳۳	۲۲۰
۳۵۸	اللہ تعالیٰ نے ان واضح آیات میں نصیحت کیلئے بہت مثالیں بیان کیں	۲۴	۳۴	۲۲۲
۳۵۹	اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے	۲۴	۳۵	۲۲۳
۳۶۰	بلند مرتبہ والے گھروں میں ہر وقت اسکی تسبیح کی جاتی ہے	۲۴	۳۶	۲۲۵
۳۶۱	جنگی تجارت اُن کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی وہی تو متقی ہیں	۲۴	۳۷	۲۲۵
۳۶۲	ایسے لوگوں کو اللہ بہت فضل اور بے حساب رزق عطا فرماتا ہے	۲۴	۳۸	۲۲۵
۳۶۳	کافروں کے اعمال زمین میں چمکتی ریت کی طرح ہیں	۲۴	۳۹	۲۲۷
۳۶۴	یا ان کے اعمال گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مثل ہیں	۲۴	۴۰	۲۲۷
۳۶۵	زمین و آسمان کے تمام باسی اور پرندے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں	۲۴	۴۱	۲۲۹
۳۶۶	اللہ تعالیٰ کیلئے ہی آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے	۲۴	۴۲	۲۲۹
۳۶۷	بادل، بارش، ایلے اور بجلی کی کڑک قدرت کا عظیم کرشمہ ہیں	۲۴	۴۳	۲۳۰
۳۶۸	اللہ دن اور رات بدلتا رہتا ہے، اس میں غور کر نیوالوں کیلئے نصیحت ہے	۲۴	۴۴	۲۳۲
۳۶۹	اللہ تعالیٰ نے زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا	۲۴	۴۵	۲۳۲
۳۷۰	اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے	۲۴	۴۶	۲۳۲
۳۷۱	ایمان لانے کے بعد منافقین کا اسلام سے پھر جانا	۲۴	۴۷	۲۳۳
۳۷۲	وہ اللہ اور اس کے رسول سے فیصلہ کرانے سے اعراض کرتے ہیں	۲۴	۴۸	۲۳۳
۳۷۳	اگر اُن کے حق میں فیصلہ ہو تو فرمانبرداری کرتے ہیں	۲۴	۴۹	۲۳۳

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۷۴	منافقین شک کرتے ہیں کہ شاید اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے	۲۴	۵۰	۲۳۳
۳۷۵	جب مومن فیصلہ کیلئے آئیں تو اُسے دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں	۲۴	۵۱	۲۳۵
۳۷۶	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنیوالے ہی کامیاب ہیں	۲۴	۵۲	۲۳۵
۳۷۷	وہ جہاد میں جانیکی یقین دہانی کیلئے پکی قسمیں اٹھاتے ہیں	۲۴	۵۳	۲۳۷
۳۷۸	لوگو! اگر تم نے روگردانی کی تو محبوب کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے	۲۴	۵۴	۲۳۷
۳۷۹	اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہی زمین میں خلافت دیتا ہے	۲۴	۵۵	۲۳۹
۳۸۰	نماز ادا کیا کرو، زکوٰۃ دیا کرو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے	۲۴	۵۶	۲۴۱
۳۸۱	یہ خیال نہ کریں کہ کافر مومنوں کو زمین پر عاجز کر دیں گے	۲۴	۵۷	۲۴۱
۳۸۲	تین اوقات کا ذکر جن میں غلام بھی اجازت لیکر گھر داخل ہوں	۲۴	۵۸	۲۴۲
۳۸۳	جب اپنے بچے بالغ ہو جائیں وہ بھی ان اوقات میں اجازت لیں	۲۴	۵۹	۲۴۳
۳۸۴	بوڑھی عورت گھر کے اندر دوپٹہ اتار سکتی ہے	۲۴	۶۰	۲۴۳
۳۸۵	نا بیٹھا، لنگڑے اور بیمار کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں	۲۴	۶۱	۲۴۵
۳۸۶	جن گھروں میں بغیر مضائقہ کے کھانا کھانے کی اجازت ہے	۲۴	۶۱	۲۴۵
۳۸۷	سچے ایماندار وہی ہیں جو آپ سے اجازت لے کر جاتے ہیں	۲۴	۶۲	۲۴۷
۳۸۸	رسول اللہ کو ایسے نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو آپس میں پکارتے ہو	۲۴	۶۳	۲۴۹
۳۸۹	آگاہ ہو جاؤ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی ہے	۲۴	۶۴	۲۴۹

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۱	سورة الفرقان	۲۵		۲۵۱
۳۹۲	اللہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر قرآن کو نازل فرمایا	۲۵	۱	۲۵۱
۳۹۳	تمام زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں ہیں	۲۵	۲	۲۵۲
۳۹۴	اللہ کے علاوہ بنائے گئے من گھڑت خدا کسی چیز کے مالک نہیں	۲۵	۳	۲۵۲
۳۹۵	کفار نے کہا یہ قرآن تو صرف من گھڑت بات ہے	۲۵	۴	۲۵۲
۳۹۶	ان کافروں نے ظلم کیا اور جھوٹ بولا	۲۵	۴	۲۵۲
۳۹۷	کفار نے کہا یہ قرآن تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں	۲۵	۵	۲۵۴
۳۹۸	محبوب! آپ فرما دیجئے یہ کتاب اس نے اتاری ہے جو			۲۵۴
	زمین و آسمان کے سارے رازوں کو جانتا ہے	۲۵	۶	
۳۹۹	کفار نے کہا کہ اللہ نے اپنے نبی کے ساتھ فرشتہ کیوں نہ بھیجا	۲۵	۷	۲۵۴
۴۰۰	یا اپنے نبی کو مال و دولت، باغات دے کر دنیا میں بھیجا ہوتا	۲۵	۸	۲۵۵
۴۰۱	کفار ایسی باتیں کر کے گمراہی میں مبتلا ہو گئے	۲۵	۹	۲۵۷
۴۰۲	اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو ان سے بہتر باغات عطا فرمانے پر قادر ہے	۲۵	۱۰	۲۵۷
۴۰۳	جس نے قیامت کو جھٹلایا اللہ نے اس کیلئے عذاب تیار کر رکھا ہے	۲۵	۱۱	۲۵۷
۴۰۴	وہ آگ کی غصہ سے پھرنے اور دھاڑنے کی آوازیں سنیں گے	۲۵	۱۲	۲۵۷
۴۰۵	جب زنجیروں میں جکڑ کر تنگ جگہ جھونکا جائیگا تو موت کو پکاریں گے	۲۵	۱۳	۲۵۷
۴۰۶	اللہ فرمائے گا، آج تم ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو	۲۵	۱۴	۲۵۷
۴۰۷	آپ فرمائیں، بھڑکتی ہوئی آگ بہتر ہے یا دائمی جنت؟	۲۵	۱۵	۲۵۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۸	جنتیوں کو انکی خواہش کے مطابق جنت میں ہر چیز ملے گی	۲۵	۱۶	۲۵۹
۴۰۹	قیامت کو اللہ معبودن باطل سے پوچھے گا تم نے انہیں گمراہ کیا یا وہ خود ہی بھٹک گئے	۲۵	۱۷	۲۵۹
۴۱۰	جھوٹے خدا کہیں گے یا اللہ تو پاک ہے، ہمیں یہ زیب نہیں دیتا	۲۵	۱۸	۲۵۹
۴۱۱	اے کفار! اب تو تمہیں تمہارے خداؤں نے بھی جھٹلادیا	۲۵	۱۹	۲۶۱
۴۱۲	محبوب! پہلے انبیاء بھی تو آپ کی طرح کھاتے اور بازاروں میں چلتے تھے، لہذا کفار کا آپ پر اعتراض کرنا غلط ہے	۲۵	۲۰	۲۶۱
	تَمَّتْ بِالْخَيْرِ			

سورۃ المومنون

یہ سورۃ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس کے چھ رکوع ہیں اور ایک سواٹھارہ آیات مبارکہ ہیں۔ اس سورۃ پاک کا آغاز ایماندار مخلصین لوگوں کی صفات حمیدہ سے کیا گیا جو رضاء الہی کیلئے اپنے کو وقف کئے ہیں انہیں لوگوں کیلئے آخرت کی عظیم نعمتیں تیار ہیں۔ اس سورۃ پاک میں اسلام کے اس عقیدہ کو دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد جی اٹھنا اور پھر زندگی کا حساب و کتاب دینا ایک یقینی امر ہے۔ کفار کا اعتراض تھا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے؟ ان کے اس اعتراض کو اس طرح دور کیا گیا ہے کہ سوچو وہ ذات مقدس جو پانی کے ایک قطرے سے انسانیت کو وجود بخشی ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ موت کے بعد تمہیں حیات دے۔ پھر اس سورۃ پاک میں چند انبیاء علیہم السلام کے حالات زندگی بھی بیان فرمائے گئے کہ قوموں نے ان کے ساتھ کیسا نامناسب رویہ اختیار کیا اور انہوں نے کس قدر حوصلہ اور ہمت سے ان کی زیادتیوں کو برداشت کیا ان کے واقعات ذکر کر کے حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے، محبوب! آپ حوصلہ کریں ان کی سازشیں کامیاب نہیں ہوں گی عزت و برکت آپ کو ہی نصیب ہوگی۔ اس سورۃ مبارکہ میں کفار کی ایک اور غلط روش کا ذکر فرمایا گیا ہے، مشرکین نے حضور سے کہا آپ اپنی محفل سے غریب صحابہ کو نکال دیں پھر ہم بھی بیٹھ جایا کریں گے کہ ان کی موجودگی میں ہمارا بیٹھنا ہماری عزت کے خلاف ہے، ہم لوگ مکہ کے امیر ہیں۔

بارگاہِ قدس سے جواب دیا گیا محبوب! آپ غریبوں کو اپنی نگاہ سے دور نہ کریں، ان کا خیال تھا کہ حضور ﷺ ان کی یہ بات مان لیں گے مگر وہ اپنے اس غلط منصوبے میں ناکام ہو گئے۔ اس سورۃ پاک کا ذکر حدیث شریف میں اس طرح آتا ہے، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا حضور ﷺ کا خلق کیسا تھا تو آپ نے فرمایا آپ کا خلق قرآن تھا، پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پاک پڑھی

”قد افلح المؤمنون“ یہ سورہ پاک کی ہے بغیر کسی اختلاف کے مفسرین نے اسے کی قرار دیا ہے اس سورہ مؤمنون کو پچھلی سورہ حج سے ربط یہ ہے کہ سورہ حج کے آخر میں عبادت کا ذکر ہے، ایمان والوں کو ارشاد ہے رکوع کرو، سجدہ کرو، اچھے کام کرو کہ تم کامیاب ہو۔

اس سورہ پاک کا آغاز بھی انہیں پاکیزہ کاموں کے ذکر سے ہے کہ ایمان والوں کو حکم ہے، خشوع و خضوع سے نماز پڑھو، فضول کاموں سے بچو، عہد کی پابندی کرو پھر دونوں سورتوں کی آپس میں مناسبت اس طرح بھی ہے کہ دونوں میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر خیر ملتا ہے، اس طرح بھی تعلق ہے کہ سورہ حج میں بھی حضور ﷺ سے مشرکین کی زیادتیوں پر تسلی دلائی گئی ہے کہ ان کے منصوبے ناکام ہوں گے۔ اس سورہ پاک میں بھی یہ مضمون ملتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ
۲۳ مَائِکَتَا ۴۷
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اٰیٰتِهَا ۱۱۸ وَرُکُوْعُهَا ۴

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے (۱) جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں (۲) اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں (۳) اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (۴) اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (۵) سوا اپنی بیویوں کے یا لونڈیوں کے بے شک وہ ان میں ملامت کئے ہوئے نہیں ہیں (۶) اور جس

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُونَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللّٰغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوٰتِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِمَا رَوْٰجِهِمْ حٰفِظُونَ ۝ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ۝ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مُلٰوِيْنٍ ۝ مِّنْ اٰتٰتٰی وَّرَآءِ

نے ان کے علاوہ کسی اور کو طلب کیا وہی لوگ تجاوز کرنے والے ہیں (۷) اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں (۸)

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۙ
وَالَّذِيْنَ هُمْ لَا مُلٰتِيَهُمْ وَعَهْدِهِمْ
رٰعُوْنَ ۙ

ﷺ
العظيم

تفسیر

آیہ مبارکہ میں کامیاب ایمانداروں کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس آیہ پاک میں ان پاکیزہ صفات کو بیان کیا گیا ہے جن پر پابندی سے ایمان دار کو کامیابی نصیب ہوتی ہے، ان تمام صفات مبارکہ میں اہم اور بنیادی صفت ایمان ہے اگر ایمان نہیں تو ساری صفات بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ پہلی صفت خشوع ہے وہ یہ ہے کہ دل میں غیر اللہ کا خیال نہ رہے اور عجز و انکساری سے کام لے، فضول حرکات سے بچے، خصوصاً وہ حرکات جنہیں نماز میں روک دیا گیا ہے، خشوع کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ دل مطمئن ہو، حضرت مجاہد نے خشوع کا معنی یہ کیا ہے کہ آواز اور نظر کو پست رکھا جائے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دائیں بائیں التفات نہ ہو، حضرت عطا فرماتے ہیں بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرنا خشوع ہے۔ حدیث پاک میں اس عنوان کو اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نماز کے وقت اپنے بندے کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتا ہے جب تک دوسری طرف التفات نہ کرے۔ ایک اور حدیث پاک میں اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ نے حضرت انس کو فرمایا نماز میں دائیں بائیں التفات نہ کرو اور اپنی نگاہ کو اس جگہ رکھو جہاں سجدہ کرتے ہو۔ کچھ لوگوں کا یہ موقف ہے کہ نماز میں خشوع نہیں ہوگا تو نماز ہی نہیں ہوئی مگر اس میں تو شک ہی نہیں کہ خشوع نماز کی روح ہے اسے لازم قرار دیا جائے اگرچہ بغیر خشوع کے نماز فرض تو ادا ہو جائے گی مگر کامل نماز اور محبت والی نماز سے محروم رہا۔ صفت خشوع کی اہمیت حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلی چیز جو اس امت سے

اُٹھ جائے گی وہ خشوع ہے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اسے ذکر کیا ہے۔ ایمانداروں کی دوسری صفت یہ فرمائی گئی ہے کہ فضول گفتگو، فضول کام، فضول مصروفیات سے بچتے ہیں۔ لغو کا معنی معصیت اور گناہ کا بھی ہے۔ یہ عنوان حضور ﷺ کے ایک اور ارشاد گرامی سے اس طرح ملتا ہے، ”من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنہ“ انسان کا اسلام تب اچھا ہو سکتا ہے جب وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

ایمانداروں کا تیسرا وصف یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہاں پر زکوٰۃ کا معنی اصطلاحی لیا جائے تو بھی ٹھیک ہے کہ ایماندار اپنے مالوں سے شریعت کا طے کردہ حصہ زکوٰۃ مستحقین کو ادا کرتے ہیں اور یہ بہت بڑا اہم کام ہے، اپنے مال سے ایک حصہ مستحقین کو دیا جائے اگر یہاں پر زکوٰۃ سے مراد تزکیہ نفس لیا جائے یعنی نفس کو بد عادات سے پاک کیا جائے تو بھی ٹھیک ہے کہ انسان کا بُری عادات سے بچنا بھی اہم فرض ہے۔ شرک، ریا، تکبر، حسد، بغض، حرص، بخل سے نفس کو پاک رکھنا تزکیہ کہلاتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کا چوتھا وصف یہ فرمایا کہ وہ اپنی شرم گاہوں کو حرام سے بچاتے ہیں سو اپنی بیویوں یا باندیوں کے یعنی وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں جس نے بیوی، باندی کے علاوہ شہوت رانی کی تو وہ لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔

ایمانداروں کی پانچویں صفت کو اس طرح فرمایا گیا وہ امانتوں میں خیانت نہیں کرتے اور اس امانت کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں، امانت کی صورت میں مال کی امانت بھی ہے کسی کے راز رکھنے کی امانت بھی ہے، مزدور ملازم کا پورا وقت نہ دینا بھی خیانت ہے اور امانت کے خلاف ہے۔ ایمانداروں کا چھٹا وصف یہ فرمایا گیا کہ وہ اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔ عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے جو دونوں طرف سے طے پا گیا ہو اس کا پورا کرنا فرض ہے، ایک وعدہ ہے جو کر لیا گیا یہ دوں گا، کروں گا وغیرہ یہ بھی پورا کرنا شرعاً لازم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”العہد دین“ وعدہ ایک قسم کا قرض ہے جس کی ادائیگی لازم ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝
 أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ
 الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝
 وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ
 مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي
 قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ
 عَلَقَةً ۝ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ۝ فَخَلَقْنَا
 الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۝
 ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۝ فَتَبَرَّكَ
 اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝

اللَّهُ
 الْعَظِيمُ

اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے
 ہیں (۹) یہی لوگ وارث ہیں (۱۰) جو فردوس
 بریں کے وارث بنیں گے وہ اس میں ہمیشہ
 رہیں گے (۱۱) اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی
 کے جوہر سے پیدا کیا (۱۲) پھر ہم نے اُسے
 پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں رکھا (۱۳)
 پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے
 اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا پھر ہم نے
 اس بوٹی سے ہڈیاں پیدا کیں پھر ہم نے ہڈیوں
 کو گوشت پہنایا پھر روح پھونک کر ہم نے اُسے
 دوسری مخلوق بنا دیا پس بڑا برکت والا ہے اللہ
 جو سب سے بہتر بنانے والا ہے (۱۴)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں مومنین کی ایک اور ساتویں صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ہر نماز پر محافظت کرتے ہیں
 نماز کی محافظت سے مراد اس کی پابندی کرنا ہے اور ہر نماز کو اس کے وقت مستحب میں ادا کرنا ہے یہاں پر
 صلوات جمع لایا گیا کہ پانچوں نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیان کی گئی ان صفات مبارکہ میں تمام حقوق
 اللہ اور حقوق العباد اور ان کے متعلقہ احکام آجاتے ہیں جو شخص ان صفات کے ساتھ متصف ہو جائے اور پھر
 ان پر ثابت قدم رہے وہ دنیا و آخرت کی فلاح کا مستحق ہے۔ مومن کی ان صفات کا ذکر شروع ہی نماز سے
 ہوا ہے اور ختم بھی نماز پر ہی کیا گیا ہے جس میں واضح طور پر اشارہ پایا جا رہا ہے کہ اگر نماز کو پابندی آداب

کے ساتھ ادا کیا جائے تو باقی اوصاف اس میں خود بخود پیدا ہو جائیں گے۔ آیہ مبارکہ میں ان اوصاف کے حامل لوگوں کا جنت میں پہنچنا لازمی ہے۔ یہ بھی اشارہ ہے کہ کامل فلاح کی جگہ جنت ہی ہے پچھلی آیات مبارکہ میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا طریقہ فرمایا گیا، ظاہر و باطن کو پاک صاف رکھنے اور حقوق ادا کرنے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے کہ اس نے انسان کو کتنے مراحل سے گزارا۔ ان حیران کن مراحل کا ذکر کر کے بتایا جا رہا ہے کہ عقل و شعور والا بندہ اس پر غور کے بعد کوئی دوسرا راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتا۔

اس آیہ مبارکہ میں تخلیق انسانی کے سات دور ذکر کئے گئے ہیں۔ پہلا مرحلہ ”سلالة من طین“ گیلی مٹی، دوسرا مرحلہ ”نطفہ“ ہے تیسرا مرحلہ ”علقہ“ ہے چوتھا مرحلہ ”مضغہ“ ہے پانچواں مرحلہ ”ہڈیاں“ ہیں، چھٹے مرحلہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانا ہے اور ساتویں مرحلہ میں روح پھونکنا ہے۔ تفسیر قرطبی میں ان سات مرحلوں کے ذکر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک استدلال ذکر کیا گیا ہے ایک موقع پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ سے پوچھا، شب قدر رمضان کی کوئی تاریخ میں ہے سب خاموش رہے یا کہا اللہ بہتر جانتا ہے، اس محفل میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے آپ عمر میں سب سے چھوٹے تھے، آپ نے امیر المؤمنین سے عرض کی اے خلیفۃ المسلمین اللہ نے آسمان سات بنائے، زمینیں سات بنائیں، انسانی تخلیق کے مراحل سات بنائے میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان کی ہوگی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا صحابہ آپ سے وہ بات نہ ہو سکی جو اس بچے نے کر دی جس کے سر کے بال بھی ابھی مکمل نہیں ہوئے۔

تخلیق انسانی کے آخری مرحلہ کو قرآن مقدس نے خاص امتیازی انداز میں ذکر فرمایا ہے ”ثم انشاناہ خلقا آخر پھر ہم نے اُسے ایک خاص قسم کی اور پیدائش عطا کی پہلے چھ دور مادیات سے متعلق تھے اور یہ آخری دور عالم ارواح سے تعلق رکھتا ہے اس کے الگ انداز میں ذکر کی وجہ بھی یہی ہے کہ روح کو جسم پر

فوقیت حاصل ہے اس لئے ذکر بھی خصوصیت سے فرمایا گیا۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا بڑی برکت اللہ کی ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہے، تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفات سے ایک اہم صفت ہے کہ وہ خالق ہے مالک ہے، خالق صرف اللہ ہی ہے کوئی انسان یا فرشتہ خالق نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی مقام پر خلق کا لفظ انسان سے وابستہ ہوا ہے تو وہ مجازی طور پر ہے حقیقی طور پر خالق اللہ ہی ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”انی اخلق لکم“ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے بناتا ہوں یہ مجازی ہے حقیقی نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

پھر یقیناً تم ان مرحلوں سے گزرنے کے بعد مرنے والے ہو (۱۵) پھر یقیناً تمہیں قیامت کے دن (قبروں سے) اٹھایا جائے گا (۱۶) اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنا دیئے اور ہم اپنی مخلوق سے بے خبر نہ تھے (۱۷) اور ہم نے آسمان سے اندازہ کے مطابق پانی اتارا پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اُسے بالکل ناپید کرنے پر پوری طرح قادر ہیں (۱۸) پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے اُن میں بہت سے پھل ہیں اور ان میں سے تم بہت سے کھاتے بھی ہو (۱۹) نیز پیدا کیا ایک درخت جو طور سینا سے اُگتا ہے وہ تیل لئے اور سالن لئے ہوئے کھانیوالوں کیلئے (۲۰)

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿۱۵﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُونَ ﴿۱۶﴾
وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ﴿۱۷﴾
وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۸﴾
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَآءً بِقَدَرٍ ﴿۱۹﴾
فَاَسْكَنٰہٗ فِی الْاَرْضِ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّا عَلٰی ذٰہَابِہٖ لَقٰدِرُونَ ﴿۲۱﴾
فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ فِیْہَا نٰحِیْلًا مِّنْ خَیْلِ وَّاَعْنَابٍ ﴿۲۲﴾
لَكُمْ فِیْہَا فَوَاکِہٖ کَثِیْرَةٌ وَّمِنْہَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۳﴾
وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سِیْنَا سَبْتُ بِالْذِّہْنِ وَصَبِغٍ لِّلْاٰکِلِیْنَ ﴿۲۴﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم

تفسیر

بچپلی آیہ مبارکہ میں تخلیق انسانی کے مراحل کا ذکر ہوا، اس کے بعد فرمایا تخلیق کے مکمل ہونے کے بعد تم سب مرنے والے ہو، اور پھر قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔ اس ارشاد میں فرمایا گیا ہے جیسے تمہاری زندگی کے پہلے کئی مراحل تھے تم نے محسوس کیا ایسے ہی ایک یہ بھی اہم مرحلہ ہے تمہیں قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور تمہارا حساب کتاب ہوگا اچھے کام کرنے والوں کو جنت کی جزا ہوگی اور بُرے کام کرنے والوں کو جہنم کی سزا ہوگی۔

انسانوں پر انعامات کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے یعنی سات آسمان بنائے چونکہ یہ آسمان فرشتوں کے آنے جانے کیلئے گزرگاہ ہیں اس لئے راستے فرمایا۔ پھر فرمایا ہم آسمانوں کو بنا کر زمینی مخلوق سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ آسمانوں کو زمین پر گرنے سے محفوظ بنا دیا ہے کہ زمین کی مخلوق برباد نہ ہو۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ آسمانوں کو پیدا کر کے زمینی مخلوق کی ضروریات سے غافل نہیں ہو گئے، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمین سے جو کچھ نکلتا ہے یا آسمان سے جو کچھ نیچے آتا ہے ہم اس سے غافل نہیں، سب کچھ ہمارے علم میں ہے مزید کرم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ ہم نے آسمان سے پانی ایک خاص انداز کے مطابق اتارنا تو اتنا زیادہ کہ لوگ غرق ہو جائیں نہ اتنا کم کہ ضروریات ہی پوری نہ ہوں پھر اس پانی کو زمین پر ٹھہرایا کہ فوراً بہہ کر ختم نہ ہو جائے، چشموں نہروں دریاؤں کی شکل میں محفوظ کر دیا ہے اگر بارشیں نہ ہوں تو اس جمع شدہ پانی سے لوگ اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں، فرمایا ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ پانی کی سطح نیچی کر دی وہ زمین میں چلا جائے اور اس کا حاصل کرنا تمہارے لئے مشکل ہو جائے یا زمین کے نیچے خشک ہو جائے تو تمہاری ساری کوششیں بے کار ہوں گی۔ پھر ہمارا کرم یہ ہے کہ تمہارے لئے کھجوروں، انگوروں کے باغات لگائے جن سے تم کھاتے ہو اور لذت اٹھاتے ہو، مزید ایک کرم کا ذکر فرمایا کہ تمہارے لئے زیتون کا درخت پیدا کیا جو طور سینا سے نکلتا، یہ درخت سب سے پہلے کوہ طور پر ہی پیدا ہوا ہے بعض نے

کہا طوفانِ نوح کے بعد سب سے پہلا درخت جو زمین پر اُگایا وہ زیتون تھا (مظہری) یہ درخت تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کیلئے سالن ہے، طور سینا کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ اس کا قرب و جوار زیتون کی پیداوار کیلئے بہت زرخیز علاقہ ہے، کجور، انگور، زیتون کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے یہ انعامات زندگی صحت کیلئے بہت مفید ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

تمہارے لئے چوپایوں میں مقامِ غور ہے ہم تمہیں اُن سے دودھ پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لئے ان میں بہت زیادہ فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو (۲۱) اور ان مویشیوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو (۲۲) اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا سوا نہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی اور مستحق نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں (۲۳)

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً لِّتُسْقُوا مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفَالِكِ مَحْمُودُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝

صَلَّى
اللَّهُ
عَلَيْهِ
وَعَلَىٰ
أٰلِهِ
وَأَصْحَابِهِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں انعامات کا ذکر فرمایا گیا، آسمان سے پانی اُتارنا انعام ہے اُسے زمین میں ٹھہرایا انعام ہے، ہم اس کے ختم کرنے پر بھی قادر ہیں مگر ایسا نہیں کیا یہ بھی انعام ہے، زمین سے پھل اُگائے، اس سے کھاتے ہو، اس ارشاد میں مزید انعامات کا ذکر ہے کہ جانوروں میں تمہارے لئے عبرت ہے نصیحت

ہے کہ جانوروں کے پیٹوں سے تمہیں دودھ پلایا جاتا ہے، ہماری قدرت پر غور کرو اسی جانور کے پیٹ میں چارہ بھی ہے، گوبر بھی ہے، پانی بھی ہے اور اسی پیٹ سے تمہیں دودھ پلایا جاتا ہے، سب کچھ پیٹ کے اندر ہے مگر دودھ کے حسن سفیدی پر کوئی اثر نہیں اور پھر فرمایا صرف دودھ ہی نہیں اور بھی بے شمار منافع ہیں۔ جانور کے جسم کی ایک ایک شے تمہارے کام آتی ہے، جانوروں کے بال، ہڈیاں، انتڑیاں وغیرہ سبھی اعضاء انسانوں کے کسی نہ کسی کام میں مفید ہیں۔ حلال جانوروں کا گوشت کس قدر انسانوں کیلئے بہترین غذا ہے۔ جانوروں کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ تم ان پر سواری کرتے ہو اور ان سے بار برداری کا کام لیتے ہو۔ مزید ایک انعام کا ذکر فرمایا کہ کشتیاں بھی تمہارے کام آتی ہیں ان کے ذریعہ دور دراز تک سامان پہنچاتے ہو، خود پہنچ جاتے ہو اور تمام سواریاں جن سے اس قسم کے فائدے اٹھاتے ہو، ساری کشتیوں کے حکم میں ہی ہیں، انسانو! تمہیں چاہئے ان عظیم بے شمار انعامات الہیہ کے جواب میں اللہ کے شکر گزار بندے بنو مگر شکر گزاری کیلئے تمہارا دھیان ہی نہیں۔ ان انعامات کے ذکر کے بعد انسانوں کیلئے ایک اور بہت بڑے انعام کا ذکر ہے، انسانوں کی ہدایت بھلائی اور بہتری کیلئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اس سلسلہ میں نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا، کہ آپ کی تبلیغ کا عرصہ سب انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے آپ پہلے نبی ہیں جو قوم کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے آپ کی عمر تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے آپ نے اپنی قوم کو ایک خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دیا اور فرمایا اس کے بغیر کوئی دوسرا مستحق عبادت نہیں اس سے ڈرو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

نوح (علیہ السلام) کی قوم سے کافر سرداروں نے کہا یہ تو محض تمہاری طرح بشر ہے جو تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ کسی کو پیغام دے کر بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا ہم نے تو اس بات کو اپنے پہلے باپ دادا میں سے کسی سے نہیں سنا (۲۴) یہ تو صرف مجنون آدمی ہے سو تم اسے ایک معین مدت تک ڈھیل دو (۲۵) نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ یہ مجھے جھٹلا رہے ہیں (۲۶)

فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ
مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ
يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي
آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۚ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ
بِمِجْنَتِهِ فَمُتَرَكٍصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ۝
قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كُنْتُ دُئُونَ ۝

اللہ
الصلی
العظیم

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بشیرونذیر بنا کر بھیجا آپ نے قوم کو اللہ کا پیغام سنایا کہ لوگو! صرف اسی کی عبادت کرو، وہی مستحق عبادت ہے تو قوم کے سردار کفار نے کہا، نوح تو محض تمہاری طرح بشر ہے یہ نبی رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ اور یہ جو نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے یہ محض تم پر بڑائی چاہتا ہے یہ کفار اس کو نہ مانتے تھے کہ کسی انسان پر وحی آئے۔ انہوں نے کہا اگر اللہ نے کسی کو نبی و رسول بنانا ہوتا تو کسی فرشتہ کو نبی و رسول بنا کر بھیجتا۔ اس کی نبوت تو عجیب ہے یہ باتیں تو ہم نے کبھی اپنے باپ دادا سے نہیں سنیں نوح (علیہ السلام) ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو غلط کہتے ہیں، ہمیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں، کم عقل کہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ خود ہی مجنون ہیں کچھ عرصہ انہیں دیکھو، جب انہیں موت آجائے گی تو ان کا یہ سارا نظام خود بخود ختم ہو جائے گا قوم کے اس سرکش انداز پر نوح علیہ السلام بارگاہ قدس میں عرض کرتے

ہیں اے اللہ! میری مدد فرمایا، یہ لوگ مجھے جھٹلا رہے ہیں، سیدنا نوح علیہ السلام کی بارگاہ قدس میں دعا یہ تھی
 ”وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَنِي يَضْلُو عِبَادُكَ وَلَا يُلِدُوا
 إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا“ اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ، بے شک اگر تو نے
 انہیں چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد بدکار ہوگی۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

پس ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ ہماری
 آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے موافق
 کشتی بنائیں پھر جب عذاب آنے لگے اور تنور
 جوش میں آجائے تو آپ ہر جنس کے جانوروں
 میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں بٹھالیں اور
 اپنے اہل کو بھی اس میں سوار کر لیں سو اہل ان کے
 جن کے متعلق پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اور ان
 ظالموں کے متعلق آپ مجھ سے سفارش نہ کریں
 وہ بے شک غرق کئے جائیں گے (۲۷) پھر
 جب آپ اور آپ کے ساتھی کشتی پر سوار ہو
 جائیں تو کہیں تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس
 نے ہمیں ظالموں سے نجات دی (۲۸)

فَاَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعِ الْفُلَ فَأَعْيُنَانَا
 وَوَحَيْنَا قَادًا أَجَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُورُ
 فَاسْلُكْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
 وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
 مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا
 إِنَّهُمْ مُعْرِضُونَ قَادًا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ
 وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلِ فَقُلْ لِحَمْدِ
 اللَّهِ الَّذِي بَخَسْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اللَّهُ
 الصَّادِقُ
 الْعَظِيمُ

تفسیر

سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی گئی اور حکم دیا گیا کہ میری آنکھوں کے سامنے یعنی میری نگرانی

اور ہدایت کے مطابق کشتی تیار کریں، اور جب تنور سے پانی اُبلنے لگے تو سمجھ لینا عذاب الہی آن پہنچا ہے۔ اور پھر حکم دیا گیا کہ حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا اور مادہ کشتی میں رکھ لیں تاکہ سب کی نسل باقی رہ سکے اور جن لوگوں کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے جیسے نوح علیہ السلام کی بیوی اور ان کا بیٹا تو ان میں سے کسی کی سفارش نہ کریں اور کشتی میں بیٹھ کر اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ظالموں کو غرق کر کے نجات بخشی اور یہ دعا کریں کہ کشتی خیر فضل سے کنارے لگ جائے۔

اس واقعہ نوح علیہ السلام میں ایمانداروں کی نجات اور کفار کی بربادی کا ذکر ہے اس میں واضح اشارہ ہے کہ حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے اور خدا کی طرف سے پیغام لانے والے سچے ہوتے ہیں، اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ڈھیل دیتا ہے پھر وقت مقررہ پر گرفت فرماتا ہے اور عذاب نازل کر دیتا ہے اور ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور وہ انبیاء کرام کے ذریعہ اس قسم کی آزمائش کرتا رہتا ہے۔

نوح علیہ السلام کے اس واقعہ میں مخالفین نے جو کچھ کہا اور کیا اس میں سب سے زیادہ ہتھیار یہی استعمال کیا کہ یہ تو ہماری طرح کا انسان ہے، بھلا انسان کو نبوت کیسے مل سکتی ہے یہ سارے لوگ سنگ دل، سرکش، متکبر، لالچی، بدکار تھے اور انسانوں کو انہیں بد اعمالیوں میں گھرا دیکھتے تھے اس وجہ سے کہتے کہ انسان کیسے نبی ہو سکتا ہے انہوں نے آدم علیہ السلام کی انسانیت کو نہ دیکھا جس کے سامنے تمام ملائکہ کو جھکا دیا گیا تمام اسماء سکھادے گئے اپنے دست قدرت سے سنوارا، بنایا جنت میں ٹھہرایا۔ نوح علیہ السلام کے اس واقعہ میں کفار نے جو دوسرا ظالمانہ ہتھیار استعمال کیا وہ یہ ہے کہ اقتدار کی ہوس ہے بڑا بننا چاہتا ہے یہی صورت حال درویشوں کے ساتھ آج بھی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور آپ کہیں اے میرے رب! مجھے برکت والی زمین پر اتارنا بے شک تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے (۲۹) بے شک اس واقعہ میں ہماری ضرورت نشانیاں ہیں اور ہم بندوں کو آزمانے والے ہیں (۳۰) پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور زمانے کے لوگ پیدا کئے (۳۱) پس ہم نے ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا (جس نے کہا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں تو کیا تم نہیں ڈرتے (۳۲)

وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبَارَكًا
وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَاتٍ ذَلِيلَاتٍ ﴿۳۰﴾
ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ
فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ
اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ
أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۱﴾

اللہ
صَلَّى
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں کشتی پر سوار ہونے کی دعا کا ذکر فرمایا گیا کہ جب کشتی پر بیٹھ جاؤ تو کہو تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی، اس آیہ کریمہ میں کشتی سے اترتے وقت دعا پڑھنے کا ذکر ہے۔ امن، خیر، برکت سے اترتے یہ پڑھو، اے میرے رب! مجھے بابرکت منزل پر اتار اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ ”مبارک“ کا معنی دونوں جہانوں میں خیر و برکت کا سبب ہو، گھر میں داخل ہوتے وقت بھی اور ہر نئی جگہ اترتے وقت بھی یہ دعا پڑھنی چاہئے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے۔

بے شک اس قصہ نوح علیہ السلام میں ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں اور ہم اپنے بندوں کو آزمانے والے ہیں پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے ایک اور زمانہ کے لوگ پیدا کئے اُن میں سے ہی ایک رسول

بھیجا جس نے قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اس کے بغیر کوئی مستحق عبادت نہیں، تم ڈرتے کیوں نہیں؟ نوح علیہ السلام کے بعد جس رسول کے بھیجے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اسی قوم سے تھا یہ قوم اس رسول کو اچھی طرح جانتی تھی اُن کے کردار سے اچھی طرح واقف تھی کہ رسول ہو دلیہ السلام تھے، وہ قوم عادی ایک قول یہ بھی ہے وہ قوم شمو تھی جسے ایک زبردست چنگھاڑنے پکڑا تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

قوم کے کافر سرداروں نے کہا اور جنہوں نے آخرت کی حاضری کو جھٹلایا تھا انہوں نے کہا ان لوگوں کو ہم نے دنیا کی زندگی میں خوشحال بنایا تھا کہا کہ یہ بھی تمہاری طرح بشر ہے جو تم کھاتے پیتے ہو اس سے یہ بھی کھاتا پیتا ہے (۳۳) اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کر لی تم بہت نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے (۳۴) کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تمہیں پھر قبروں سے نکالا جائے گا (۳۵) جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا پورا ہونا بہت دور ہے (۳۶)

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِإِيقَاءِ الْآخِرَةِ أَتَسْتَرْفِعُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۚ وَلَٰكِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا خَسِرُونَ ۚ أَلَيْسَ لَكُمْ أَنْتُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنْتُمْ فَخْرَجُونَ ۚ هِيَ هَاتِ هِيَ هَاتِ لِمَا تُوْعَدُونَ ۚ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

کفار نے نبی کا انکار کیا اور آخرت کے عقیدہ کو جھٹلایا، ان کی سرکشی کا ایک سبب تو یہ تھا کہ یوم قیامت کے منکر تھے دوسرا سبب یہ تھا کہ مال و دولت کی مستی نے انہیں انبیاء کی تعلیم سے دور کر دیا، عیش و عشرت کی

فراوانی نے ان پر حق کی راہیں بند کر دی تھیں جس کے باعث انہوں نے برملا کہہ دیا کہ یہ بھی تو ہماری طرح بشر ہے، ہماری طرح ہی اس کا چلنا پھرنا ہے ہماری طرح ہی اس کا کھانا پینا ہے نبی کے دوسرے کمالات پر توجہ نہ کی۔ آج بھی بعض لوگ حضور ﷺ کے بشری تقاضوں کو مزے لے لے کر بیان کرتے اور نبوت کے کمالات و فضائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں ان کافر سرداروں نے اپنے ماننے والوں سے کہا، اگر ہم اس شخص (نبی) کے دعویٰ نبوت کو مان لیں اور اس کی فضیلت کے قائل ہو جائیں تو ہم تو بے حد نقصان اٹھائیں گے ایک بشر دوسرے سے آگے کیسے نکل سکتا ہے؟ یہی وہ غلط فہمی تھی جس میں کفار پھنس گئے یہ سوچو نبوت کا دعویٰ کرنے والا تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے، حساب و کتاب دینا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب مر جائیں گے مٹی ہو جائیں گے ہڈیاں ہو جائیں گے پھر قبروں سے نکالے جائیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے نہیں جائیں گے (۳۷) یہ رسول تو صرف اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں (۳۸) رسول نے دعا کی اے میرے رب! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے (۳۹) فرمایا (اللہ نے) تھوڑی دیر گزرتی ہے کہ یہ اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے (۴۰) آخر کار عدل کے مطابق اُن کو ایک زبردست چنگھاڑنے پکڑ لیا پس ہم نے انہیں خس و خاشاک بنا دیا پس ظالم لوگوں کیلئے دوری ہو (۴۱)

اِنَّ هٰی اِلٰحٰیٰتِنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا مَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۝ اِنَّ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ کَذِبًا ۝ وَمَا مَحْنُ لَہٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِیْ بِمَا کَذَبُوْنَ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لِّیُصْبِحَنَّ نَادِمِیْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰہُمْ عَتَاۗءً ۝ فَبَعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم

تفسیر

جب رسول نے اپنی قوم کو حق کا پیغام پہنچایا تو قوم نے سرکشی کی اور پیغام حق ٹھکرا دیا نبی کے اس فرمانے پر کہ قیامت کو اٹھنا ہوگا قوم نے کہا یہ صحیح نہیں ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں جیتے ہیں اٹھائے نہیں جائیں گے یہ رسول تو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ رہا ہے ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے انسانی زندگی کے متعلق ان کے ذہنوں میں یہی بات پکی ہو چکی تھی بس یہی دنیا ہے آخرت کا کوئی مسئلہ نہیں اس بناء پر وہ جائز، ناجائز حق و باطل، حرام و حلال کا امتیاز نہیں کرتے حالانکہ یہ تصور ان کا غلط تھا یہ دنیا دار العمل ہے دارالجزا نہیں۔ دنیا کے کئے گئے کام کی جزا و سزا آخرت کو ہوگی حکمت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد باقی زندگی بھی ہو جہاں عدل کے تقاضے پورے ہوں، وہ یوم آخرت ہے۔

جب وہ رسول اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ! میری مدد فرما کہ یہ لوگ مجھے جھٹلا رہے ہیں۔ بارگاہ قدس سے حکم ہوا اے رسول! تھوڑی دیر گزرتی ہے یہ لوگ پشیمان ہوں گے چنانچہ ہوا یہ کہ تھوڑی ہی دیر گزری ان کے سامنے عذاب کے نشانات ظاہر ہوئے جس کی وجہ سے ایمان نہ لانے پر پچھتائے مگر اب انہیں اس افسوس پر کوئی فائدہ نہ ہوا، اللہ کی طرف سے ان پر عذاب اس طرح نازل ہوا کہ ایک زبردست چیخ نے اُن کو پکڑ لیا یہ چنگھاڑ جبریل علیہ السلام کی تھی یا زلزلہ تھا یا موت تھی۔ بارگاہ قدس سے حکم ہوا ظالموں کیلئے دوری ہو، یعنی اللہ کی رحمت سے دوری ہو، اللہ کا یہ حکم ان کیلئے لعنت کے زمرہ میں ہے اس میں ان کی توہین ہے اور پھر ان پر ایسا عذاب بھیجا جو اُن کیلئے قیامت کے دن کے عذاب پر دلالت کرتا ہے اس چنگھاڑ کے عذاب سے ان کا نام و نشان ختم ہو گیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدِّ خَلْقِهِ

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ
 مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ
 ثُمَّ أَرْسَلْنَا نُوحًا نَذِيرًا كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً
 رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا
 وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبَعَدَ الْقَوْمَ
 لَا يُؤْمِنُونَ ۝ ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَى
 وَآخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ
 مُبِينٍ ۝

اللہ
 العظیم

پھر ان کے بعد ہم نے کئی اُمّتیں پیدا کیں
 (۲۲) کوئی اُمّت اپنی مقررہ میعاد سے نہ
 آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے (۲۳)
 پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے جب بھی کسی
 اُمّت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے
 اُسے جھٹلایا سو ہم بعض کو بعض کے بعد لائے اور
 ہم نے ان سب کو برباد کر کے قصہ بنا دیا ان
 لوگوں کیلئے دوری ہو جو ایمان نہیں لائے (۲۴)
 پھر ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی ہارون کو اپنی
 نشانیوں اور دلیل کے ساتھ بھیجا (۲۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہم نے کئی اُمّتیں پیدا کیں اور ان کی طرف کئی انبیاء علیہم السلام کو بھیجا،
 قرآن مقدس نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہیں تفصیل سے ذکر ہے کہیں اجمال
 سے، کئی اُمّتوں کو بھیجنے سے مراد یہ ہے ہم نے زمین کو انسانوں سے خالی رکھا ان کے مکلف ہونے تک انہیں
 رکھا حتیٰ کہ وہ پچھلے لوگوں کے قائم مقام ہو گئے، کسی اُمّت کا وقت مقرر سے آگے پیچھے نہ ہونے کا معنی یہ ہے
 کہ وہ اپنی موت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ ان کی زندگی اور موت کی ایک میعاد مقرر ہے اور وہ میعاد
 آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ذکر فرمایا ہے ”اِذَا جَاءَ اَجَلُ اللّٰهِ لَا يُؤَخَّرُ“
 جب مقرر کیا ہوا وقت آجائے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ایمان نہ لانے کی بناء پر اس

قوم کے عذاب کا جو وقت مقرر کر دیا گیا ہے اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا پھر ہم نے یکے بعد دیگرے بعض قوموں کے فنا ہونے کے بعد دوسری قوموں کو پیدا فرمایا اور ہر قوم کی طرف رسول بھیجا اور وہ ہر قوم پہلی قوم کے راستہ پر چل پڑی اور اُسے ہلاک کر دیا اور وہ لوگ محض کہانی بن کر رہ گئے پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی واضح نشانیوں اور دلائل کے ساتھ بھیجا وہ نشانیاں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ تفصیل فرمائی ہے، عصاء، ید بیضا، ٹڈیوں کا اترنا، جوؤں کا آنا، مینڈکوں کو بھیجنا، خون کا آنا، سمندر کو چیرنا، بارہ راستے بنانا، قیطیوں پر قحط کا مسلط ہونا، ان کے پھلوں میں کمی ہونا۔ یہ ہیں وہ نشانیاں جن کی طرف قرآن مقدس نے اشارہ فرمایا ان تمام نشانیوں میں عصا کو فوقیت نظر آتی ہے جس کی طرف اشارہ ”سلطان مبین“ کا ارشاد ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ
 اِلٰی قُرْعَوْنَ وَصَلَّیْہِ فَاَسْتَكْبَرُوْا وَاَوْ
 کَانُوْا قَوْمًا عَلٰی لَیْنٍ فَقَالُوْا اَلَا نُوْمِنُ
 بِبَشَرٍ مِّثْلِنَا وَقَوْمُہُمَا لَنَا عِبْدٌ وَّنَہٗ
 فَکَذَّبُوْہُمَا فَکَاوُوْا مِنَ الْمُهْلَکِیْنَ ﴿۳۶﴾
 وَلَقَدْ اَتٰیْنَا مُوْسٰی الْکِتٰبَ لَعَلَّہُمْ
 یَتَذٰکُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَجَعَلْنَا اِبْنَ مَرْیَمَ وَاٰیۃً وَّ اَوٰیۃً لِّہُمَا اِلٰی رَبِّہٖ ذٰلِکَ
 قَرَارٌ وَّ مَعِیۡنٌ ﴿۳۸﴾

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف (بھیجا)
 انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ بڑے سرکش تھے
 (۳۶) انہوں نے کہا ہم ایمان لائیں ان دو آدمیوں پر جو ہماری مانند ہیں حالانکہ ان کی قوم ہماری غلام ہے (۳۷) انہوں نے ان دونوں (موسیٰ و ہارون علیہما السلام) کو جھٹلایا اور برباد ہونے والوں میں شامل ہو گئے (۳۸) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ وہ لوگ ہدایت یافتہ ہو جائیں (۳۹) اور ہم نے مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام کو) اور ان کی ماں کو

صَلَّى
 الْعِظَمَاءِ

اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا اور انہیں ایک اونچے
مقام پر بسایا جو رہائش کے قابل تھا اور جہاں
چشمے جاری تھے (۵۰)

تفسیر

جب بارگاہِ قدس سے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ وہ فرعون اور اس کے حواریوں کو حق بتائیں، ایمان کی دعوت دیں تو دونوں بھائی گئے اور ایمان لانے کی دعوت دی اس دعوت حق کے جواب میں فرعونیوں نے وہی کچھ کہا جو پہلے سرکشوں اور متکبروں نے اپنے رسولوں سے کہا تھا کہ دونوں ہماری طرح بشر ہیں اور ان کی قوم ہماری غلام ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں مانیں۔ ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرعون اپنی عبادت کرواتا تھا اُلُوہیت کا مدعی تھا اس لئے کہا گیا یہ ہمارے عابد ہیں۔ انہیں ماننے کی صورت میں تو یہ ہوگا کہ یہ دونوں ہمارے سردار اور رئیس ہو جائیں اور ہم ان کے تابع ہوں، فرعون اور اس کا لشکر اسی جھٹلانے کی پاداش میں برباد ہونے والوں میں شامل ہو گئے۔

فرمایا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی اس سے مراد تورات ہے اس لئے کہ یہ لوگ ہدایت پر آجائیں مگر جب انہوں نے سرکشی کی تو پہلے لوگوں کی طرح عذاب کے مستحق ہو گئے پھر فرمایا ہم نے ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی ماں کو اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا ہم نے انہیں بلند ہموار زمین کی طرف پناہ دی جو رہائش کے قابل تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام اس طرح قدرت کی نشانی ثابت ہوئے کہ بغیر باپ کے ان کی ولادت ہوئی، پتنگھوڑے میں باتیں کیں، اللہ نے ان کے ہاتھوں، مادر زاد اندھوں کو شفا بخشی، برص والوں کو بچایا اور مردوں کو زندہ کیا اور حضرت مریم علیہا السلام نشانی اس طرح ہوئیں کہ بغیر مرد کے حاملہ ہوئیں، ان کے پاس بے موسے پھل آتے تھے اور جب حضرت زکریا نے پوچھا کہ مریم! یہ پھل کہاں سے آئے؟ موسم تو ہے نہیں، تو جواب دیا ”ہو من عند اللہ“ یہ اللہ کے پاس سے

آئے ہیں۔ جس ہموار اور بلند مقام پر انہیں ٹھہرانے کا ذکر ہے اس سے مراد بیت المقدس کی سرزمین ہے جسے ایلیا کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ زمین فلسطین کا علاقہ ہے بعض مفسرین نے کہا یہ مصر کا علاقہ ہے، بعض نے دمشق کہا، اس مقام پر ٹھہرے حتیٰ کہ جوان ہوئے تو حیدور سالت کے دعووں میں ان کی تصدیق ضروری تھی مگر بعض نے نہ کی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے انہیں کمالات کو دیکھ کر بعض لوگوں نے خدا کہہ دیا کہ ان کے ہاتھ سے کوڑھی برص والے بچ جاتے ہیں۔ کاش یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان دیکھتے آپ نے فرمایا ”غبار المدینۃ یشفی الجذام“ مدینے کی مٹی کوڑھیوں کو بچا دیتی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ
اعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝
وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَ
أَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ
بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ
فَرِحُونَ ۝ قَدْ رَهُمْ فِي غُرَّتِهِمْ حَتَّى
حِثٌّ ۝ اِيْحَسِبُونَ أَنَّمَا نُبَدُّهُمْ
بِهِمْ مِنْ مَّالٍ وَبَيْنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ
فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو میں اس کو خوب جاننے والا ہوں (۵۱) بے شک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں مجھ سے ڈرو (۵۲) پھر لوگوں نے اپنے دین کے امور کو کاٹ کاٹ کر کلڑے کر لیا اور ہر گروہ اسی پر خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہو (۵۳) (اے محبوب!) آپ انہیں ان کی غفلت میں چھوڑ دیں حتیٰ کہ ان کا وقت آجائے (۵۴) کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد سے جوان کی مدد کر رہے ہیں (۵۵)

تو ہم ان کی بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ یہ سمجھ نہیں رہے (۵۶)

تفسیر

رسولوں کو دو حکم دیے جا رہے ہیں، ایک تو یہ کہ غذا حلال کھائیں، دوسرا حکم یہ کہ اعمال صالح ہوں دونوں حکموں کو ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے جب غذا حلال ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے اور جب غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں، جب انبیاء علیہم السلام کو یہ خطاب کیا گیا ہے کہ وہ حلال کھائیں اچھے اعمال بجالائیں تو ان کی اُمت کے لوگوں کیلئے یہ حکم زیادہ قابل اہتمام ہے، دراصل مقصودِ الہی اُمتوں کو ہی اس حکم پر چلانا ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہیں۔

عبادت اور دُعا کے قبول ہونے میں حلال کھانے کو بڑا دخل ہے جب غذا حلال نہ ہو تو عبادت اور دُعا کی مقبولیت کا بھی استحقاق نہیں رہتا، اس ضمن میں حضور ﷺ کا وہ ارشاد مرکزی حیثیت کا حامل ہے فرمایا بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور غبارِ آلود رہتے ہیں پھر اللہ کے سامنے دُعا کیلئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب یارب پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے، پینا بھی، لباس بھی حرام سے تیار ہوتا ہے اور حرام ہی کی غذا ملتی ہے ایسے لوگوں کی دُعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ (قرطبی)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بارش نہ ہوئی لوگ پریشان ہو گئے اکٹھے ہو کر دعائیں کرتے ہیں مگر قبولیت نہیں، قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی آپ کلیم ہیں، دعا فرمائیے ہماری دُعا قبول نہیں ہوتی جناب کلیم بارگاہِ قدس میں عرض کرتے ہیں یا اللہ! تیرے بندے دعا کر رہے ہیں قبول فرما، بارگاہِ قدس سے جواب ملا، کلیم ان کی دُعا قبول نہیں کروں گا ان کے پیٹوں میں رزق حرام ہے۔ آیہ مبارکہ میں حلال کھانے، نیک کام کرنے کا حکم، تمام رسولوں کو دیا گیا ہے تاکہ سب کو پتہ چل جائے یہ حکم اس لائق ہے کہ اس پر

مضبوطی کے ساتھ عمل کیا جائے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ الرسل سے مراد ہمارے رسول کریم ﷺ ہیں اور آپ کو جمع کے ساتھ خطاب اس لئے ہے کہ آپ تمام رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں۔

آیہ مبارکہ میں پاک چیزوں کے کھانے کا حکم ہے یعنی حلال کھانے کا حکم ہے اور سب سے زیادہ حلال چیز وہ ہے جو انسان اپنے کسب اور محنت سے حاصل کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کسی شخص نے بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر طعام نہیں کھایا اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا بے شک تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں مجھ سے ڈرو آیہ کا معنی یہ ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حلال کھائیں اور اعمال صالحہ کریں ویسے ہی یہ بھی ہے کہ توحید پر قائم رہیں اور گناہوں سے بچیں، ان ارشادات میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے انسانوں کو سمجھایا جا رہا ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام محفوظ ہیں، معصوم ہیں، برگزیدہ ہیں ان سے غلط کام ہونے کا تصور ہی نہیں۔ دین ایک سے مراد دین اسلام ہے تمام انبیاء علیہم السلام کا دین دین اسلام ہے جیسے حضور ﷺ کا ارشاد ملتا ہے ”ابونا واحد و امہاتنا شتی“ ہم انبیاء کا باپ ایک ہے یعنی اسلام اور مائیں مختلف ہیں یعنی شریعتیں مختلف ہیں۔

دین سے مراد مرکزی اصول و احکام ہیں۔ پھر لوگوں نے اپنے دین کے امور کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کر لیا اور ہر گروہ اسی پر خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ لوگوں نے اپنے دین کو مختلف کتابیں بنا لیا، حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ انہیں غمرہ میں چھوڑ دیں یعنی گمراہی غفلت میں چھوڑ دیں حتیٰ کہ ان کو موت آجائے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ان کفار کو دوزخ میں جانے دیں کہ یہ منکر خود اپنی آنکھوں سے عذاب کو دیکھ لیں یہ سمجھتے ہیں ان کا مال اور اولاد ان کی نیکیوں کا صلہ مل رہا ہے ایسا ہرگز نہیں یہ لوگ تو حیوانات و بہائم کے مشابہ ہیں۔ ان میں شعور نہیں کہ وہ غور کرتے اللہ نے انہیں یہ نعمتیں تو اسلئے عطا

کہیں کہ وہ اطاعت و عبادت کریں لیکن انہوں نے انعامات کے باوجود اطاعت و عبادت سے اعراض کیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں (۵۷) اور جو لوگ اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں (۵۸) اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے (۵۹) اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ وہ اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں (۶۰) وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں (۶۱) اور ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی بساط کے مطابق اور ہمارے پاس کتاب ہے جو سچ بولتی ہے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا (۶۲)

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِنْ خَشِیَةِ رَبِّهِمْ مُّسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِآٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اَتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَّةٌ اَنْهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ یُسْرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ ۝ وَلَا تَكْفِیْ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَیْنَا کُتُبٌ یَّنطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝

صَلَّى
الْحَقِّ

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں کفار کے حالات کا ذکر ہوا کہ وہ لوگ کس طرح سرکشی میں مبتلا ہیں اور کس طرح اپنی بد عملی پر ناز کرتے ہیں اور مسلمانوں کی مشکلات پر یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو مشکلات اس لئے ہیں کہ یہ حق سے دور ہیں (معاذ اللہ)۔ اس آیت مبارکہ میں ایمانداروں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور ان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی

بارگاہِ قدس میں سراپا عجز و نیاز ہیں اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس کی اطاعت میں گزارتے ہیں اپنے رب کی نافرمانی سے دور رہتے ہیں۔ دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ کا رسول انہیں جو بھی حکم بتاتا ہے اُسے بلا چون و چرا تسلیم کرتے ہیں، اللہ کے اس حکم پر اپنے عقل و فکر کو غالب نہیں ہونے دیتے تابع رکھتے ہیں۔ ایمانداروں کی تیسری صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ کی راہ میں جو کچھ دیتے ہیں کھلے دل اور خوش دلی سے دیتے ہیں اور اللہ کے جلال سے ڈرتے ہوئے دیتے ہیں۔ ڈر سے متعلق حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیک عمل کر کے اتنے ڈرتے تھے کہ تم برے عمل کر کے بھی اتنا نہیں ڈرتے (قرطبی)۔

اللہ کی راہ میں دینے والے اس خیال سے دیتے ہیں کہ وہ ایک دن اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان کی پانچویں صفت کا ذکر اس طرح فرمایا کہ وہ بھلائیاں کرتے ہیں اور بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے میں جلدی کرتے ہیں، کفار کی تو یہ حالت ہے کہ مال و دولت اکٹھا کرنے میں زندگی گزارتے ہیں لیکن اللہ کے یہ محبوب بندے ایمان دار اس خیال میں مست رہتے ہیں کہ کوئی دوسرا آدمی نیکیوں میں ان سے آگے نہ نکل جائے، اللہ کی عبادت انہیں ہر وقت اپنی طرف متوجہ رکھتی ہے، انہیں یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ میں عبادت اپنے وقت سے مؤخر نہ ہو جائے، کہیں عبادت میں کوتاہی نہ ہو جائے۔

ایمانداروں کی صفات کے بعد فرمایا گیا کہ ان مومنین کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو ان کی یہ ساری عبادات تمام ریاضات ان کی طاقت کے مطابق ہی ہیں، دوسری بات فرمائی گئی کہ ہمارے پاس ایک کتاب میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں، وہ کتاب حق کے ساتھ بولتی ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمَرَةٍ مِّنْ هَذَا وَلَهُمْ
 أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا عِلْمُونَ ﴿۶۳﴾
 حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِالْعَذَابِ
 إِذْ هُمْ يُجْبَرُونَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْعَلُوا الْيَوْمَ
 لَكُمْ مَنَازِلًا تَنْصَرُونَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ
 آيَتِي تُنْذِرُكُمْ فَلَوْلَ مَا كُنْتُمْ عَلَىٰ آعْقَابِكُمْ
 تَنْكَصُونَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِينَ بِمَنَازِلِكُم مِّنَ
 الْعِزِّ مَجْرُونَ ﴿۶۷﴾

صَلَّىٰ
 الْعِزِّ

بلکہ اُن کے دل مدہوش ہیں (اس خوفناک منظر سے) اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں یہ اُن برے کاموں کو ہی کرنے والے ہیں (۶۳) یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب سے پکڑیں گے اس وقت وہ چلائیں گے (۶۴) آج نہ چلاؤ، آج ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی (۶۵) (وہ وقت یاد کرو) جب ہماری آیات تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں اور تم تکبر و غرور کرتے ہوئے اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جایا کرتے تھے (۶۶) پھر تم داستان سرائی کیا کرتے تھے (۶۷)

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں ایمانداروں کی پانچ صفات کا ذکر تھا، یہاں سے پھر بدکاروں کا ذکر ہے ان کی پہلی قبیح حرکت کا ذکر اس طرح ہے کہ ان کے دل مدہوش ہیں ان کی دوسری بری حرکت کا ذکر اس طرح ہے کہ ان کے اعمال مومنین کے اعمال سے مختلف ہیں، تیسری عادت کا ذکر اس طرح ہے کہ وہ لوگ برے کام کرنے والے ہیں اور جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب سے گرفت میں لائیں گے تو اس وقت وہ چیخیں گے، چلائیں گے جب کوئی انتہائی عاجزی میں روئے، چلائے تو اُسے ”جوار“ کہتے ہیں ان کی اس حالت پر انہیں جواب دیا جائے گا تمہارا آج کا چیخنا وادیلنا کرنا بے سود ہے آج ہماری طرف سے

تمہاری کسی قسم کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ان کے بے ہوش دلوں کی حالت کو لفظ ”غمرہ“ سے بیان فرمایا گیا، غمرہ اس گہرے پانی کو کہتے ہیں جس میں آدمی ڈوب جائے۔ یہاں تک ان کی مشرکانہ جہالت کو غمرہ کہا گیا ہے جس میں ان کے دل ڈوبے ہوئے ہیں اور چھپے ہوئے ہیں ان کی گمراہی کیلئے تو ایک شرک و کفر کا پردہ غفلت ہی کافی تھا مگر وہ اس پر بس نہیں کرتے ان کے ساتھ دوسرے اعمال خبیثہ بھی مسلسل کرتے رہتے ہیں، عذاب میں پکڑے جانے والوں کے ذکر میں فرمایا گیا کہ ان کے خوشحال لوگوں پر عذاب مسلط ہوا۔ عذاب میں گرفت کیلئے تو امیر غریب خوشحال بد حال سبھی داخل ہوں گے مگر ”مترفین“ کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ عذاب کے وقت امیر لوگ کچھ نہ کچھ اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، فرمایا ہمارے عذاب سے سب سے پہلے یہی لوگ بے بس ہو جاتے ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد وہ عذاب ہے جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تلواروں سے ان کے سرداروں پر پڑا تھا بعض حضرات نے اس سے مراد قحط کا عذاب لیا ہے جو مکہ والوں پر مسلط ہوا تھا یہاں تک کہ وہ مردار کی ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ (مظہری)

آیہ مبارکہ کے آخر میں اُن مشرکین کی ایک اور بری حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آیات سن کر پچھلے پاؤں بھاگ جانے کے بعد حضور ﷺ کے خلاف بکواس، گالی گلوچ اور گستاخانہ کلمات کہتے رہتے ہیں، عشاء کے بعد قصے کہانیاں ڈرامے جاری رکھنے کی عادت عام تھی اسلام نے اس فبیح حرکت کو ختم کرنے کیلئے عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد فضول قصہ گوئی کو منع فرمایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب عشاء کے بعد فضول قصوں میں مشغول دیکھتے تو تنبیہ فرماتے اور سونے کا حکم دیتے کہ تہجد کی توفیق ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ قَالَةٌ
يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ۚ أَمْ لَهُمْ
رُسُلٌ لَهُمْ فَنُكِرُوا ۚ أَمْ يَقُولُونَ
بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ وَكَذَّبُوهُمْ
لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ۚ وَكَوَاتِبَعِ الْحَقِّ أَهْوَاءُ
هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ وَ
مَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ
عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ۚ أَمْ تَسْأَلُهُمْ
خَرَجًا فَنَجْزِيكَ خَيْرًا ۚ وَهُوَ خَيْرُ
الْزَّائِقِينَ ۚ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

کیا انہوں نے اللہ کے کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی تھی جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی (۶۸) یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں تو وہ اس کے منکر ہو گئے (۶۹) وہ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو جنون ہے (ایسا نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں (۷۰) اور اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرتا تو تمام آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہے وہ سب ہلاک ہو جاتے بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں سو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ پھیرنے والے ہیں (۷۱) کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں سو آپ کے رب کا اجر ہی سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (۷۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ ارشاد فرمائی جا رہی ہے، آیا انہوں نے اللہ کے کلام میں غور نہیں کیا اگر وہ اس مبارک کتاب پر غور کرتے تو باطل کو چھوڑ کر حق اختیار کر لیتے اس کتاب کی فصاحت و بلاغت ان کے سامنے ہے، اس کتاب میں کسی قسم کا تضاد نہیں کسی قسم کا تعارض نہیں اگر یہ لوگ غور

سے توجہ کرتے تو ایمان لے آتے۔ ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ مشرکین آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ اللہ کا کسی رسول کو اپنا پیغام دے کر بھیجنا خلاف عادت ہے، ان کی اس غلط سوچ کا رد کرتے ہوئے فرمایا اُن کے پاس کوئی ایسی چیز آتی تھی جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اپنی اُمتوں کے پاس آتے رہے تھے اور اپنی اُمتوں کے پاس معجزات پیش کرتے رہے تھے بعض لوگ اُن کی تصدیق کر کے نجات پا گئے بعض انکار کر کے برباد ہو گئے۔

کفار کے انکار کی ایک وجہ اور فرمائی گئی کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں تو وہ اس کے منکر ہو گئے یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے بھی وہ حضور ﷺ کو اچھی طرح جانتے تھے، آپ صادق ہیں امین ہیں، سراپا صدق و صفا ہیں بُرے اخلاق سے دور ہیں۔ جب یہ سارے لوگ صادق اور امین ہونے پر متفق تھے تو پھر کیوں آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں۔ کفار و مشرکین کے حضور ﷺ کو نہ ماننے کی اور وجہ بیان کر کے اس کا رد کیا جا رہا ہے، وہ کہتے تھے دعویٰ رسالت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عقل میں خرابی ہے ان کی یہ بات بھی غلط ہے وہ یہ جانتے تھے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند ہیں اور مجنون آدمی ایسے مضبوط دلائل پیش نہیں کر سکتا، ان کے اس شبہ کا رد کیا گیا ہے کہ حضور تو ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں آپ پر ایمان اس لئے نہیں لاتے تھے کہ مان لیا تو ان کی اتباع کرنا پڑے گی اور یہ ان کی رسوائی ہے اور ایسا کرنے سے قوم ملامت کرے گی کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ گئے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا اگر حق ان کی پیروی کرتا تو زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سبھی ہلاک ہو جاتے، مشرکین کے عقیدہ کے مطابق اگر اللہ کا کوئی اور شریک ہوتا تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے ایک خدا کچھ کہتا دوسرا شریک کچھ کہتا تو فساد ہو جاتا، لہذا وہ ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں، مشرک چاہتے کہ بتوں کی بھی عبادت ہو اور حضور ﷺ کے دعویٰ کی تکذیب کی جائے ان کی اس خواہش کا ہونا اس لئے محال تھا کہ دوسرا کوئی معبود حق ہے ہی نہیں۔ کئی خدا ہوتے تو ان کی خواہشات مختلف ہوتیں اور نظام دنیا برباد ہو

جاتا۔ آخری آیہ میں فرمایا گیا کیا مشرکین آپ کو اس لئے نہیں مانتے کہ آپ اُن سے کوئی معاوضہ مانگتے ہیں یہ شبہ بہت بعید ہے آپ کو آپ کا رب روزی دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور بے شک آپ ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دیتے ہیں (۷۳) اور بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ ضرور صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے والے ہیں (۷۴) اور اگر ہم ان پر رحم بھی کر دیں اور اُن سے اس مصیبت کو دور بھی کر دیں جس میں مبتلا ہیں پھر بھی وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے ہوئے بڑھتے جائیں گے (۷۵) اور ہم نے انہیں عذاب سے پکڑ لیا پھر بھی وہ اپنے رب کی بارگاہ میں نہ جھکے اور نہ ہی وہ گڑگڑا کر توبہ کرتے ہیں (۷۶) حتیٰ کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے اس وقت وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے (۷۷)

وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ
وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
عَنِ الصِّرَاطِ لَكُذِبُونَ ۝۷۳
وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ظُلُمٍ لِّكُفْرَانٍ
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝۷۴
بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ۝۷۵
حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ
مُبْسُوُونَ ۝۷۶

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

کفار و مشرکین کیلئے حضور ﷺ کے ایک محبت بھرے عمل کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب کریم! آپ تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں ایسا نظام حیات بتاتے ہیں جس سے ان کی دنیا و آخرت بہتر ہو جائے اور ان کی ساری خرابیاں ختم ہو جائیں لیکن یہ اپنی ضد پر اڑے ہیں اور مسلسل آپ کی ہدایت کا

انکار کر رہے ہیں وہ یوم آخرت کو ماننے ہی نہیں تو آپ کی دینی مذہبی پابندیاں کیسے قبول کریں جو آخرت پر ایمان نہیں لائے، وہ تو سیدھی راہ سے منحرف ہونے والے ہیں اور اگر ہم اپنے فضل سے ان پر مہربانی بھی کر دیں اور ان سے وہ مصیبت دور کر دیں جس میں مبتلا ہیں تو پھر بھی وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے ہوئے بڑھتے جائیں گے وہ لوگ اپنی سرکشی میں اس قدر مضبوط ہو گئے ہیں کہ انہیں اندھیروں سے نکالنے کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہو سکتی وہ حق کو دیکھنے سے اندھے ہو گئے ہیں۔ اب انکی یہ حالت ہے اگر انہیں مشکلات میں مبتلا کر دیا جائے، یا اُن پر رحم کر دیا جائے اب یہ لوگ کسی صورت بھی ہدایت قبول نہیں کریں گے۔ فرمایا گیا ہم نے انہیں عذاب سے گرفت کی پھر بھی وہ نہ جھکے نہ گڑ گڑائے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا وہ اس وقت تک اپنی بری عادات، غلط نظریات سے واپس نہیں آئیں گے جب تک اُن پر ہولناک عذاب کا دروازہ نہ کھول دیا جائے گا مگر اس وقت وہ حیرت اور مایوسی کا شکار ہو جائیں گے اور انہیں کچھ سمجھ نہ آئے گا۔

آیہ مبارکہ میں جس عذاب کا ذکر فرمایا گیا اس سے مراد قحط اور بھوک ہے، اس سے مراد یہ بھی لی گئی ہے جنگوں اور جہادوں میں ان کا قتل ہونا اور قید کیا جانا عذاب ہے، اس عذاب سے مراد آخرت کا عذاب بھی لیا گیا ہے کہ اس قدر سرکش ہو جائیں کہ آخرت کا عذاب ان سے دور نہیں ہو سکتا، پھر بھی یہ کہیں گے کہ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے مگر انہیں دوبارہ واپس نہ بھیجا جائے گا اور اگر انہیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو پھر بھی اپنی ضد ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں گے اور اسی پہلے انداز پر ہی چلیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو (۷۸) اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا یا اور تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے (۷۹) اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور رات دن کا اختلاف بھی اسی کے اختیار میں ہے کیا تم نہیں سمجھتے (۸۰) مل کر انہوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح پہلے لوگ کہتے آئے تھے (۸۱) انہوں نے کہا کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے (۸۲)

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾
وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ
تُحْشَرُونَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ
وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ
الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا
تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ نے اپنی کمال قدرت کا ذکر اس طرح فرمایا کہ کان، آنکھ، دل کی نعمتیں عطا کرنے والا وہی ہے مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو اسی عنوان کو دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ”وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ“ میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں، زندگی بھر کے مسائل و معاملات میں کامیابی کے حصول کیلئے فرمایا ”لَنَنْصُرَنَّكُمْ لَكُنْ شَكْرًا وَلَكُنْ كُفْرًا“ ان عذابیں لشدیداً اگر میرے انعامات پر شکر کرو گے تو میں اور زیادہ کردوں گا اگر ناشکری کی تو یا در کھو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

شکر کی حسین صورت یہ ہے جو نعمت جس مقصد کیلئے دی گئی ہے اسی مقصد کے حصول کیلئے صرف ہو حضرت ابو حازم علیہ الرحمہ سے شکر کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہر عضو کا شکر یہ ہے کہ اس کا

استعمال صحیح ہو، ہاتھ کا شکریہ ہے کہ غلط کام نہ کرے، آنکھ کا شکریہ ہے کہ غلط جگہ نہ اٹھے، زبان کا شکریہ ہے کہ غلط باتیں نہ کرے جو لوگ حق سننے سے بہرے ہیں اور حق دیکھنے سے اندھے ہوں ان سے بڑھ کر ناشکرا اور کون ہوگا، یاد رکھو وہی ذات ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلایا اور آخر کار تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں اپنے عظیم کمالات کا ذکر اس طرح فرمایا کہ موت و حیات کے مسائل اسی سے وابستہ ہیں، دن رات کو بدل بدل کر لاتا ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے کبھی طلوع ہے کبھی غروب ہے کبھی کوئی موسم ہے کبھی کوئی، یہ ساری تبدیلیاں تمہارے آرام و آسائش کیلئے ہیں پھر سمجھتے کیوں نہیں۔ ان کمالات قدرت کو دیکھ کر چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ کے حضور سر بسجود ہو جاتے، تکبر و غرور ختم کر کے انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرتے مگر کیا انہوں نے بھی وہی کچھ جو کچھ ان کے باپ کرتے تھے۔ ان کے باپ دادا کی بات یہی تھی جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہمیں کیسے اٹھایا جائے گا انہوں نے کہا جو کچھ آخرت کے بارہ میں ہمیں کہا جا رہا ہے۔ یہی کچھ ہمارے باپ دادا نے کیا لیکن صدیاں گزر گئیں وہ قیامت تو نہ آئی یہ محض قصے کہانیاں میں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ان آیات مبارکہ میں کفار و مشرکین قیامت کے بارہ میں اوہام و شبہات کا ذکر کیا گیا ہے ان کے ان تمام شبہات کا جواب کافی ہے جس ذات بابرکات نے عدم سے سب کچھ بنایا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ فنا کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَذَا مِن قَبْلُ إِن هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۸۳﴾
 قُلْ لِّسَنِ الْأَرْضِ وَمَن فِيهَا إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ط
 قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾
 سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ط قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾
 قُلْ مَن مِّنْ بَيْدِهِ مَكْنُوتٌ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُخَبِّرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ط قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾

اللہ
صَدِّقُ
الْعَظَمِ

تفسیر

بے شک ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے پہلے ہی اس طرح کا وعدہ کیا گیا تھا یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۸۳) آپ کہیے کہ یہ زمین اور اس میں جو لوگ ہیں وہ کس کی ملکیت ہیں اگر تم جانتے ہو (۸۴) عنقریب وہ کہیں گے یہ سب اللہ کی ملکیت ہے کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (۸۵) آپ کہیے سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے (۸۶) عنقریب وہ کہیں گے اللہ ہی سب کا رب ہے آپ کہیے کیا پھر بھی تم نہیں ڈرتے (۸۷) آپ کہئے کس کے ہاتھ میں سب کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا (بتاؤ) اگر تم جانتے ہو (۸۸) اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو (۸۹)

اس آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کی ہٹ دھرمی کو بیان فرمایا جا رہا ہے پچھلی آیہ پاک میں قیامت کو جی اٹھنے پر اعتراض تھا کہ جب مٹی ہو جائیں، ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر اٹھنا کیسا؟ اسی بات کو اس آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ یہ جی اٹھنے کا مسئلہ تو عرصہ سے سنتے آرہے ہیں، ہمارے باپ دادا نے بھی سنا، اس میں حقیقت نہیں یہ سب کچھ پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے ہیں، جھوٹی اور بے سرو پا باتوں کو اساطیر کہتے

ہیں۔ کفار کو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے عبادت کے لائق صرف اللہ ہی ہے، دوسرا کوئی معبود نہیں ایک یہ اعتراض تھا کہ قیامت کا کوئی مسئلہ نہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے کا نظریہ صحیح نہیں جب بھی انہیں توحید کا نظریہ بتایا گیا یا قیامت کا ذکر ہوا تو تکبر و غرور سے انکار کر دیا اور حضور ﷺ کو مجنون کہا، (معاذ اللہ) اور یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ اتنی بڑی دنیا کا خدا ایک کیسے ہو سکتا ہے، آیہ نمبر ۸۴ میں ان بے ٹکے اعتراضات کا جواب اس طرح فرمایا گیا محبوب انہیں کہئے کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے یہ ملکیت کس کی ہے؟ اس زمین، پہاڑ، کھیتیاں، باغات بے شمار قسم کی مخلوق کا مالک کون ہے؟ اگر کچھ واقفیت رکھتے ہو تو بتاؤ تو ان کا جواب ہوگا، ”اللہ“ آپ فرمائیے پھر غور و فکر سے کام کیوں نہیں لیتے، جب یہ ایک حقیقت ہے پوری کائنات کا مالک اللہ ہے اور کوئی دوسرا نہیں تو پھر قیامت کے واقع ہونے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر اعتراض کیوں ہے۔ محبوب ان سے یہ بھی پوچھئے ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے تو جواب بھی دیں گے۔ اللہ کہہ دیجئے پھر اُس سے ڈرتے کیوں نہیں، محبوب ان سے یہ بھی فرمائیے ہر شئی پر قبضہ کس ذات کا ہے اور وہ کون ہے جو جسے چاہے پناہ دیتا ہے اور جسے چاہے پناہ نہیں دیتا۔ جس کو اللہ چاہے عذاب سے پناہ دے دے اور کسی کی مجال نہیں کہ اللہ کے مقابلہ میں اُسے بچا لے جس کو وہ محفوظ رکھے کسی کی مجال نہیں کہ اسے سزا دے سکے۔

تو یہی جواب دیں گے اللہ پھر فرمائیے جب ہر شئی کا مالک حقیقتاً اللہ ہی ہے اور اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں تو اس ذات پاک کیلئے قیامت کے دن تمہیں زندہ کر کے اٹھانا کون سا مشکل کام ہے۔ انہیں کہیے جب حقائق تمہارے سامنے ہیں تو پھر دھوکہ میں کیوں مبتلا ہو؟ آپ کہیے پھر کہاں سے تم پر جادو کیا گیا ہے۔ ان آیات مبارکہ میں مرنے کے بعد جی اٹھنے اور بت پرستی کے بطلان پر تین دلیلیں بیان فرمائی گئیں پہلی یہ کہ زمین اور اس کی چیزیں ملکیت کس کی ہیں، دوسری دلیل یہ کہ سات آسمانوں کا رب کون ہے اور عرش عظیم کا رب کون ہے اور تیسری یہ کہ سلطنت کس کے ہاتھ میں ہے ان کے جواب میں کہیں گے، اللہ تو آپ کہئے کہ جو ان معاملات پر قادر ہے ان کا مالک ہے اُسے دوبارہ زندہ کرنے میں کیا مشکل ہے؟

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بَلْ آيَدُهُمْ بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٩٠﴾
 مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ
 مِنْ الرَّادِّ الَّذِي يَكُلُّ كُلَّ شَيْءٍ
 خَلْقٍ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ
 سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿٩١﴾ عِلْمُ الْغَيْبِ
 وَالشَّهَادَةِ فَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٩٢﴾

بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک
 وہ ضرور جھوٹے ہیں (۹۰) اللہ نے اپنی اولاد
 نہیں بنائی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی عبادت کا
 مستحق ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا
 اور ان میں سے بعض دوسرے پر غالب آجاتے
 اللہ ان اوصاف سے پاک ہے جو یہ اس کے
 متعلق بیان کرتے ہیں (۹۱) وہ ہر باطن و ظاہر کا
 جاننے والا ہے اور وہ شرک سے بلند ہے جو اس
 کے متعلق کہتے ہیں (۹۲)

اللہ
 اعظم

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں مرنے کے بعد جی اٹھنے پر تین دلائل فرمائے گئے، اس آیہ پاک میں فرمایا گیا ہم
 ان کے پاس حق لائے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ اگلی آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے اور
 اس کا شریک نہ ہونے پر دلائل فرمائے گئے، اس آیہ پاک میں اُن مشرکین کا رد فرمایا جو کہتے ہیں فرشتے اللہ
 کی بیٹیاں ہیں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا، اُن کا بھی رد ہے۔ یہود نے عزیر علیہ
 السلام کو خدا کا بیٹا کہا، ان کی بھی تردید ہے۔

اس آیہ پاک میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اس کے بغیر کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اس حکم میں مجوسیوں کی
 تردید ہے وہ کہتے تھے کہ کائنات میں خدا دو ہیں، ایک خدا خیر کا خالق ہے اُسے یزدان کہتے تھے، دوسرا خدا
 شر کا خالق ہے جسے اہرمن کہتے تھے، ان کی تردید اس طرح فرمائی گئی اگر تمہارے غلط خیال کے مطابق خدا
 دو ہوتے تو ہر خدا اپنے حصہ کی مخلوق کو الگ کر لیتا اور کبھی بعض بعض پر غالب آجاتے، اور جو خدا ضعیف اور

مغلوب ہوتا وہ خدائی کا حق دار کیسے ہوتا؟ اگر ایسا ہوتا تو مخلوق کی بربادی ہوتی مگر ہم دیکھتے ہیں نظام عالم بدستور قائم ہے جس سے ثابت ہے اللہ ایسی باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

اس ارشاد سے اللہ کیلئے اولاد ہونے کی بھی نفی ہوتی ہے کہ بیٹا بھی اپنے باپ کی سلطنت کے حصول کیلئے باپ پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے جیسے اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہ جہاں کو اقتدار سے محروم کر کے قید خانہ میں ڈال دیا تھا۔ آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا وہ اللہ جو شریک سے پاک ہے، اولاد سے پاک ہے کمزوری سے پاک ہے مغلوب ہونے سے پاک ہے وہ ہر ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے اور وہ اس شرک سے بلند ہے جو اس کے متعلق کہتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

آپ کہئے اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ

عذاب دکھا دے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے

(۹۳) اے میرے رب تو مجھے ظلم کرنے والوں

میں شامل نہ کرنا (۹۴) بے شک ہم آپ کو وہ

عذاب دکھانے پر ضرور قادر ہیں جس کا اُن سے

وعدہ کیا جا رہا ہے (۹۵) برائی کو اس طریقہ سے

دور کیجئے جو بہت اچھا ہو یہ جو باتیں بناتے ہیں

ہم ان کو اچھی طرح جانتے ہیں (۹۶) آپ

کہئے اے میرے رب میں شیطان کے وسوسوں

سے تیری پناہ میں آتا ہوں (۹۷)

قُلْ رَبِّ اِمَّا تُرِيْنِيْ مَا يُوْعَدُ وَنَٓ
رَّبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ
وَ اِنَّا عَلٰى اَنْ تُرِيْكَ مَا نَعِدُهُمْ
لَقٰدِرُوْنَ ۙ اِذْ فَعَّرَ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ
السَّيِّئَةِ ۙ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۙ
وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هٰزِلِ
الشَّيْطٰنِ ۙ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ
يَّحْضُرُوْنَ ۙ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم

اور اے میرے رب میں اس سے تیری پناہ میں
آتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں (۹۸)

تفسیر

اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کو عجز و انکساری کی تعلیم دی گئی ہے، کہ آپ عجز و انکساری سے یہ دعا کریں کہ اے اللہ! اگر تو مجھے وہ عذاب دکھا دے جو دنیا یا آخرت میں کفار کو دیا جائے گا تو مجھے ان لوگوں میں شامل نہ کرنا، بتایا گیا ہے محبوب! آپ معصوم ہونے کے باوجود اپنے رب ذوالجلال سے ڈرتے رہے۔ اس عامانگے میں یہ بھی حکمت ہے کہ آپ کی اُمت بھی آپ کی اتباع میں دعا کرے۔ یہ دعا تعلیم اُمت کیلئے ہے حضور اللہ کے عبد ماذون ہیں، بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے دعا کرتا رہے جیسے حضور ﷺ کا توبہ استغفار کرنا، آپ کی ترقی درجہ جات کیلئے ہے ایسے ہی دعا کرنا بلندی درجہ جات کیلئے ہے ورنہ حضور ﷺ تو معصوم ہیں، ظالموں کے عذاب میں شامل نہ ہونے کی دعا میں یہ بھی حکمت ہے کہ اُمت کو بتایا جائے کہ ظالموں سے دور رہنا بھی اہم مسئلہ ہے۔

قرآن مقدس نے فرمایا، ظالموں کا پتہ چل جائے تو ان کی محفل میں بھی نہ جاؤ، یہ بھی حکمت ہے کہ جب کبھی عام عذاب آتا ہے، تو اس سے بروں کے ساتھ نیک بھی متاثر ہو جاتے ہیں، حضور ﷺ کو حکم دیا گیا محبوب! جب ظالموں کو عذاب دیا جائے تو آپ یہ دعا کریں کہ اللہ آپ کو ظالموں کی نحوست سے محفوظ رکھے۔ اس آیہ پاک کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان کا عذاب دکھانے پر قادر ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے لیکن اس نے اُن سے عذاب کو مؤخر کر دیا ہے کیونکہ اس کو علم ہے ان میں بعض لوگ ایمان لے آئیں گے، یا ان کی اولاد ایمان لے آئے گی یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو ان کا عذاب دکھا دیا گیا، جب ان پر قحط مسلط ہوا اور بھوک سے تنگ ہو کر وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی پاک ﷺ کو کفار کا عذاب جنگ بدر کے دن دکھا دیا گیا جب ستر کا فرقت کئے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی

رسوائی کے ساتھ بھاگ گئے ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کو کفار کا عذاب فتح مکہ کے دن دکھا دیا گیا جب کفار کو شکست ہوئی اور حضور ﷺ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ آپ برائی کا جواب اچھائی سے دیں اور یہ تعلیم حضور ﷺ کے ذریعہ سے پوری ملت کو ہے، حضور ﷺ کی پوری زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، طائف میں پتھر مارنے اور زخمی کرنے والوں کیلئے بددعا نہ کرنا، ہجرت کی رات سراقہ بن مالک جس نے سوانٹ کے لالچ میں حضور کا پیچھا کیا اُس نے اپنا گھوڑا زمین میں دھنستادیکھ کر عرض کی میں آپ کو ضرر نہیں پہنچاؤں گا، آپ ﷺ نے اس کیلئے دعا کی زمین نے گرفت ڈھیلی کر دی اس نے عرض کی آپ مجھے امان لکھ دیں، حضور ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اُس نے چڑے کے ایک ٹکڑے پر اس کو امان لکھ دی، آپ کی سیرت طیبہ سے ہزاروں واقعات ایسے بھری پڑی ہے۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں حضور ﷺ سے یہ بھی فرمایا گیا کہ شیطان کے وسوسوں اور اُس کے حاضر ہونے سے پناہ طلب کریں۔ حضور ﷺ نے ان کلمات طیبات سے پناہ مانگی ہے ”اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه و عقابه و شر عبادہ و من همزات الشیاطین و ان یحضرین“ میں اللہ کے غضب اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور ان کے حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت
آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے
واپس بھیج دے (۹۹) تاکہ میں اس دنیا میں وہ
نیک کام کروں جن کو میں چھوڑ آیا ہوں ہرگز نہیں
یہ صرف ایک بات ہے جس کو یہ کہہ رہا ہے اور
ان کے پس پشت ایک پردہ ہے جس دن تک
اُن کو اُٹھایا جائے گا (۱۰۰) پھر جب صور پھونک
دیا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان رشتے
قائم نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے
سوال کر سکیں گے (۱۰۱) سو جن کے میزان میں
پلے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے
(۱۰۲) اور جن کی نیکیوں کے پلے ہلکے ہوں گے تو
یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو
نقصان میں ڈالا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے
(۱۰۳) آگ اُن کے چہروں کو جھلکتی رہے گی
اور وہ اس میں بڑی حالت میں ہوں گے (۱۰۴)

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ
رَبِّ ارْجِعُونِ ۖ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا
فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا
وَمِن دُونِهَا بَرَبْرٌ خَالٍ ۖ يَوْمَ يُبْعَثُونَ
فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ
يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ وَمَنْ
خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ
خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ
تَلَفَهُمْ وَجُوهُهُمْ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا
كُلُوبُونَ ۖ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم

تفسیر

اس آیہ مقدسہ میں فرمایا گیا ہے جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے، روح قبض کرنے کیلئے ملائکہ آتے
ہیں تو اُسے اپنی گمراہی کا یقین ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کاش! اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تاکہ دنیا

میں نیک کام کرلوں جو چھوڑ آیا ہوں، اس وقت اُسے وہ فرائض احکام چھوڑے ہوئے یاد آئیں گے مگر اب اس آرزو کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اب یہ بندہ دنیا میں واپس جانے کی تمنا کرے گا، معلوم ہوا اسے اپنے عذاب کا یقین ہو جائے گا اور یہ آرزو بتاتی ہے ہر شخص کو اپنے نیک و بد ہونے کا پتہ چل جائے گا، کافر تو دنیا میں واپسی کی تمنا کرے گا۔

ابن جریر ابن جریج سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا موت کے وقت مومن جب رحمت کے فرشتے دیکھنے لگتا ہے تو فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں پھر دنیا میں واپس کر دیا جائے تو وہ کہتا ہے، میں اس غموں اور تکلیفوں کے عالم میں جا کر کیا کروں گا، مجھے تو اب اللہ کے پاس لے جاؤ اور کافر سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے ”ارجعونی“ مجھے دنیا میں لوٹا دو، جواب ہوگا ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ صرف ایک کہنے کی بات ہے ان کے پیچھے ایک پردہ ہے، برزخ کے معنی فاصل کے ہیں۔ دو حالتوں یا دو چیزوں کے درمیان جو فاصل ہو اُسے برزخ کہتے ہیں، اسی باعث موت کے بعد قیامت تک کے درمیانی زمانے کو برزخ کہا جاتا ہے کہ دنیاوی حیات اور اخروی حیات کے درمیان حد فاصل ہے اب دوبارہ دنیا میں لوٹنے کی خواہش کا فائدہ نہ ہوگا کہ برزخ سے لوٹ کر دنیا میں آنے کی خواہش قانون خداوندی کے خلاف ہے، اب افسوس بے کار ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتا ہے اور جب صور پھونکا جائے گا تو تمام رشتہ داریاں تعلقات ختم ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کے متعلق سوال نہ کر سکیں گے۔ اس عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ”یوم یفر المرء من اخیه و امه و ایہ و صاحبته و بنیه“ قیامت کے دن انسان اپنے بھائی، اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں سے بھاگ جائے گا، مگر حضور ﷺ کا رشتہ قائم رہے گا۔

اس عنوان کو حضور ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی رشتہ داری حضور کے خاندان کو نفع نہیں دے گی ایسا ہرگز نہیں ہوگا، میرا رشتہ دنیا و آخرت میں مضبوط ہے لوگو! جب تم وہاں پہنچو گے تو میں تمہارا پیشرو ہوں گا۔ یہ حدیث پاک ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہی عنوان ایک اور حدیث پاک میں اس طرح ملتا ہے، ”الانساب تنقطع يوم القيامة الا سببي و نسبي او كما قال النبي ﷺ قیامت کے دن وہ لوگ کامیاب ہوں گے جن کے اعمال صالح کا وزن بھاری ہوگا اور وہ جہنم میں جائیں گے، جنہوں نے اپنے کو نقصان میں ڈالا اور برائی کا پلہ بھاری کر لیا، ان کے چہرے آگ میں جھلسیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
 اَلَمْ تَكُنْ اِیْتٰی تَشْلٰی عَلَیْكُمْ فَاَنْتُمْ
 بِهَا تُكْذِبُوْنَ ۝۱۵۰ قَالُوْا رَبَّنَا عَلَبَتْ
 عَلَیْنَا شَقُوْنُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّیْنَ ۝۱۵۱
 رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا
 ظٰلِمُوْنَ ۝۱۵۲ قَالَ خَسُوْا فِیْهَا وَلَا تَكْمُوْنَ ۝۱۵۳
 اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ
 رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ
 خَبِیْرُ الرَّحِیْمِیْنَ ۝۱۵۴

کیا تم پر ہماری آیات پڑھی نہیں جاتی تھیں اور تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے (۱۵۰) وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے (۱۵۱) اے ہمارے رب! ہمیں اس دوزخ سے نکال اگر ہم پھر (کفر کی طرف) لوٹیں گے تو ہم ظالم ہوں گے (۱۵۲) اللہ فرمائے گا تم راندے ہوئے ہو اور مجھ سے بات نہ کرو (۱۵۳) بے شک میرے بندوں میں سے ایک گروہ یہ کہتا تھا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے (۱۵۴)

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا تمہارے سامنے میری آیات تلاوت کی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے اب کفار کا قول نقل فرمایا جا رہا ہے وہ کہیں گے اے اللہ! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ تھے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے تو اپنی نجات کیلئے دُعا کریں گے کبھی یہ کہیں گے، اے ہمارے رب! کیا ہمارے دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے، کبھی وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارا کام تمام کر دے، تو جواب ملے گا ”انکم ماکثون“ تم اس میں ہمیشہ رہو گے کبھی وہ کہیں گے ”ربنا اخرنا الی اجل قریب“ اے ہمارے رب! قریب کی مدت کیلئے ہمارے عذاب کو مؤخر کر دے، ہم تیرا پیغام قبول کریں گے۔

کبھی کہیں گے اے اللہ ”اخرجنا نعمل صالحا“ ہمیں دوزخ سے نکال دے ہم اچھے کام کریں گے، کبھی کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے اگر ہم پھر کفر کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔ بارگاہِ قدس سے جواب ملے گا تم دھتکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ کفار کا یہ دور ہزاروں سال تک رہے گا اس کے بعد پھر وہ کوئی التجا نہیں کریں گے اور دور سے چلا تے رہیں گے۔ اس سے اگلے حصہ میں فرمایا گیا میرے بندوں میں ایک گروہ یہ کہے گا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاتَّخَذُوا لَهُمْ سَخِرًا حَتَّىٰ اتَّسَوْا
ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضَاعُونَ ﴿۱۰﴾
إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا
أَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُونَ ﴿۱۱﴾ قُلْ كَمْ
لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿۱۲﴾
قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلْ
الْعَادِينَ ﴿۱۳﴾ قُلْ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا
لَّوْ أَنتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾

صَلَّى
الْعِظِيمِ

(اے کافرو!) تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ
(اس مشغلہ نے) تمہیں میری یاد بھی بھلا دی
اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے (۱۱۰) بے شک میں
نے آج ان کے صبر کی اچھی جزا دی اور بے
شک وہی کامیاب ہیں (۱۱۱) اللہ فرمائے گا تم
زمین میں کتنے سال رہے تھے (۱۱۲) وہ کہیں
گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے تھے، آپ
گننے والوں سے پوچھ لیں (۱۱۳) اللہ فرمائے گا
تم بہت کم وقت ٹھہرے تھے کاش تم نے پہلے
جان لیا ہوتا (۱۱۴)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں بتایا گیا کہ کفار کو کیوں عذاب دیا گیا، اب اس آیہ پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے ایمانداروں کو اچھی جزا کیوں دی؟ کفار کے سرغننے لوگ ابو جہل اس کے ساتھی حضور ﷺ کے
صحابہ کو مذاق کرتے تھے اور اس توہینی عمل کو انہوں نے اپنا مشغلہ بنا لیا تھا اور یہ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت
بلال، جناب عمار، صہیب رضی اللہ عنہم ان کے اس اہانت آمیز انداز پر صبر کرتے تھے اس کے صلہ میں اللہ
نے انہیں آخرت کی کامیابی نصیب کی، کفار سے اللہ فرمائے گا تم نے ان کا مذاق اڑایا تھا حتیٰ کہ میری یاد بھی
بھول گئے اور تم ان پر ہنستے تھے میں نے انہیں آج اس صبر کا صلہ دیا ہے اور وہی کامیاب ہیں۔

کفار سے یہ پوچھا جائے گا بتاؤ تم دنیا میں کتنا عرصہ ٹھہرے، یہ سوال اس لئے ہوگا جس دنیا کو وہ دائمی
سمجھتے تھے اُن کی زبانوں سے اعتراف کرایا جائے کہ وہ عرصہ کتنا ہی مختصر تھا کتنا ہی کم تھا جسے تم ہمیشہ کی

آماجگاہ سمجھتے رہے۔ اب جب وہ کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے تو اس جواب سے ان کا عقیدہ غلط ثابت ہو جائے گا۔ کفار کہیں گے آپ گننے والوں سے پوچھ لیں، وہ گننے والے کون ہیں جن سے پوچھا جائے یا تو کراما کا تبین ہیں جو ان کی ساری زندگی کا ہر عمل لکھتے رہے یا اس سے مراد عام فرشتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم بہت کم وقت ٹھہرے، کاش! تم نے پہلے جان لیا ہوتا اور آج کے دن کا انکار نہ کرتے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

کیا تم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا تھا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے (۱۱۵) اللہ بلند و بالا شان والا ہے جو حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے (۱۱۶) اور جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں سو اس کا حساب رب کے پاس ہو گا بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے (۱۱۷) اور آپ کہئے اے میرے رب مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے (۱۱۸)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنَّكُمْ
اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعَالٰی اللّٰهُ
الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ
اللّٰهِ الْهٰٓءَاخَرَ لَا بُرْهَانَ لَّهٗ بِهِ فَاَنَّمَا
حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ
وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيْمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ نے انہیں تنبیہ فرمائی ہے تم کس قدر نا اہل ہو تم اپنے کو پہچان نہ سکے، انبیاء کرام علیہم السلام کے بھیجے، کتابیں نازل کرنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوا تم نے یہ سمجھ لیا

کہ تمہاری پیدائش زندگی بھی عام جانوروں کی طرح ہے تم نے یہ سمجھ لیا کہ تمہارا حساب و کتاب نہیں ہوگا تمہیں تو کائنات بھر میں ممتاز مخلوق بنایا گیا ہے۔ کائنات تمہارے تابع ہے تمہیں عقل و فکر سے کام لینا چاہئے تھا تم نے اپنے کو بے کار سمجھ لیا اور اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہ جانا، تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے تمہیں پتہ ہونا چاہئے اللہ بہت بلند و بالا ذات ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا مالک ہے وہ حقیقی بادشاہ ہے تم اپنی کمزور ناقص عقل کے مطابق کوئی فضول کام نہیں کرتے تو تم نے یہ کیسے سمجھ لیا اس نے تمہیں فضول بنایا ہے، تمہاری زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔

کفار و مشرکین کی اس قبیح حرکت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے بغیر کسی اور کو معبود جانتے ہیں ایسے لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنے کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، ان کا حساب اللہ کے پاس ہے اور یقیناً کفار کامیاب نہیں ہوں گے۔ اے محبوب! آپ اس طرح عرض کرو (میرے رب میری گناہگار اُمت کو بخش دے) اور رحم فرما، حضور ﷺ کو استغفار کا حکم دیا تا کہ آپ کی اُمت حضور ﷺ کی اقتداء میں توبہ و استغفار کے عمل کو اپنائے۔

آیہ مبارکہ میں ”اغفر اور ارحم“ میں دونوں کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا کہ کیا معاف کریں اور کس پر رحم کریں؟ جس سے اشارہ ملتا ہے دعاء مغفرت ہر نقصان دہ شئی کو شامل ہے اور دعاء رحمت ہر محبوب مراد کو شامل ہے (مظہری)

سورۃ مومنون کی ابتداء ہوئی ”قد افلح المومنون“ سے اور انتہاء ہوئی ”لا یفلح الکافرون“ سے جس سے پتہ چلتا ہے مکمل کامیابی مومنین ہی کا حصہ ہے اور کفار اس سے محروم ہیں۔

الحمد للہ سورۃ المومنون کا ترجمہ تفسیر آج (ستمبر ۲۰۱۱ء) سحری کے وقت مکمل ہوئے اللہ

کرے باقی قرآن مقدس کا ترجمہ و تفسیر مکمل ہوں اور ذریعہ نجات بنیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

سورہ نور

یہ سورہ پاک مدنی ہے، اس کی چونٹھ (۶۴) آیات اور نو (۹) رکوع ہیں، اس سورہ پاک میں گھر کے ماحول پر تبصرہ کیا گیا ہے کہ زندگی کو بہتر بنانے کیلئے گھر کا ماحول مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اس سورہ پاک میں اسلامی پردہ کے قواعد و ضوابط کو بڑی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اس سورہ پاک میں زانی کی عبرتناک سزا کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن مقدس کی روشنی میں زنا ایسا بدترین جرم ہے، اس قدر سنگین گناہ ہے کہ فریقین نہ تو ایک دوسرے کو معاف کر سکتے ہیں نہ ہی صلح کر سکتے ہیں۔ اس سورہ پاک میں گھر کی چار دیواری کے تحفظ کا عنوان بھی شاندار انداز سے ملتا ہے گھر میں امن سے بسنے والوں کو کوئی شخص بلا اجازت اندر داخل ہو کر پریشان نہیں کر سکتا، بغیر اجازت اندر داخل ہونے اور جھانکنے کو اسلام نے ناجائز قرار دے دیا ہے۔

اس سورہ پاک میں عبد اللہ بن ابی کے ایک خطرناک دکھ دینے والے واقعہ کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے جو حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر فتنج حملہ تھا جو واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے، ظالموں نے اپنے باطنی خبث کو اس طرح عام کیا اور اس پاک ہستی پر ایسا بہتان باندھا جن کا تعلق براہ راست رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات سے تھا۔ دشمنوں کی اس سازش کو قدرت نے بُری طرح ناکام کر دیا، اس سورہ پاک میں وہ آیات نازل فرمائیں جن سے یہ فتنہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔ اس واقعہ افک کی تفصیل متعلقہ آیات کے تحت بیان ہوگی، (ان شاء اللہ)

اس سورہ شریف میں عفت کے اہتمام کیلئے متعلقہ احکام ذکر کئے گئے ہیں اس لئے عورتوں کو اس سورہ کی تعلیم کی خصوصی ہدایات آئی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام اپنے ایک فرمان میں تحریر فرمایا ”علموا نساء کم سورة النور“ اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو۔ اس سورہ پاک کی تمہید جن الفاظ سے کی گئی ہے ”سورة انزلناها و فرضناها“ یہ بھی سورت کے خاص اہتمام کی طرف

اشارہ ہے۔ سورہ پاک میں بیان ہونے والے احکام میں سب سے پہلے زنا کے بارہ میں ارشاد ہے جس سے واضح ہے، زنا ایک عظیم فتنہ ہے جس سے انسانیت کی تباہی ہے دنیا میں قتل و غارت کے واقعات میں تحقیق کی جائے تو ان کے بیشتر کا سبب کوئی عورت اور اس سے حرام تعلق ہوتا ہے، اس لئے سورہ کے آغاز میں اس انتہائی جرم اور بے حیائی کا قلع قمع کرنے کیلئے اس کی حد شرعی بتلائی گئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی اور اس کے احکام کو فرض کیا ہے اور اس میں روشن آیات اتاری ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو (۱) زانی مرد اور زانیہ عورت، ان دونوں کو سو سو ڈرے مارو اور تمہیں ان پر اللہ کے دین کے معاملہ میں رحم نہ آئے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا کو اہل ایمان کا ایک گروہ مشاہدہ کرے (۲)

سُوْرَةُ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنٰا فِيْهَا اٰیٰتٍ بَّیِّنٰتٍ لِّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①
الْزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِمَا رَآفَتْ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَیْسَ هٰذَا عَدَابُكُمْ طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ②

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں زنا کی سزا کا ذکر فرمایا گیا ہے چونکہ زنا بدترین جرم ہے، اس لئے اس کی سزا بھی سخت رکھی گئی ہے پانچ جرائم ایسے ہیں جن کی سزا کسی امیر یا قاضی کی رائے پر نہیں ہے وہ سزائیں شریعت

مطہرہ نے خود بیان کی ہیں۔ شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں ان سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے باقی جرائم میں قاضی حالات کے پیش نظر ماحول وغیرہ کے مجموعہ پر نظر کر کے جس قدر سزا دے اور اُسے انسداد جرم کیلئے کافی سمجھے اُسے تعزیر کہا جاتا ہے۔ حدود شرعیہ پانچ ہیں، چوری کرنا، کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانا، شراب پینا، زنا کرنا اور قتل کرنا۔ یہ پانچوں جرائم بڑے سخت ہیں مگر زنا ان سب میں بڑا جرم ہے۔

کوئی بھی شریف آدمی اپنی کسی عزیزہ پر اس زیادتی سے جوش انتقام میں نسلوں کی تباہی کر لیتا ہے اس بے عزتی کے سلسلہ میں وہ اپنا تمام مال جان برباد کر بیٹھتا ہے۔ قرآن مقدس نے اس برائی سے بچنے کیلئے دوسرے مقام پر بڑا واضح حکم اس طرح فرمایا ہے ”لا تقربوا الزنا“ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ دوسری قومیں بھی زنا کو برا جانتی ہیں مگر جس انداز میں قرآن مقدس نے روکا اس کا جواب کہیں نہیں ملتا مثلاً عیسائیت نے بھی زنا کو برا کہا ہے مگر نو جوان بچوں، بچیوں پر بلا تکلف رہنے کیلئے یا مذاق کرنے پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی، یہ ایسے ہی ہے جیسے خشک لکڑی پر تیل ڈال کر آگ لگا دی جائے جب شعلے بھڑکنے لگیں تو بجھانے کی کوشش کی جائے، بائبل کے فریفتہ لوگوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ لڑکوں لڑکیوں کو آزاد کر کے زنا کی طرف مائل کر دیا گیا ہے اور واقعہ ہونے پر فسوس کیا جاتا ہے۔

قرآن مقدس نے ”لا تقربوا الزنا“ کا حکم فرما کر تمام ایسے معاملات واقعات جن سے زنا کیلئے رجحان پیدا ہوتا ہے سبھی حرام کر دیئے نیز بعض قوموں نے زنا کو جبر کی صورت میں منع کیا ہے اگر لڑکا لڑکی کی رضامندی سے ارتکاب کر لیں تو جرم نہیں، اسلام نے اسے ہر حالت میں جرم قرار دیا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں عورت زانیہ کا پہلے ذکر ہے، زانی مرد کا بعد میں ”الزانیۃ والزانی“ عورت کا ذکر پہلے اس لئے کیا گیا زنا ایسا برّ افضل ہے جس کا صدور عورت کی طرف سے ہونا انتہائی بے باکی اور بے پرواہی سے ہو سکتا ہے۔ چوری کا ذکر کرتے ہوئے پہلے چور کا ذکر ہے ”السارق والسارقة“ چوری کا صادر ہونا عورت کی نسبت مرد سے زیادہ ہے اس لئے پہلے مرد کا ذکر فرمایا گیا۔

آیہ مبارکہ میں زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو سو کوڑے مارنے کی جو سزا فرمائی گئی یہ سزا صرف غیر شادی شدہ مرد، عورت کیلئے مخصوص ہے، شادی شدہ مرد عورت کی سزا سنگساری ہے، زنا کے مجرموں کو سزا دیتے وقت سزا دینے والوں کے بارہ میں فرمایا گیا وہ سزا دیتے وقت رحم نہ کریں ایسا نہ ہو کہ سزا دیتے ہوئے انہیں رحم آجائے اور سزا چھوڑ دیں یا کم کر دیں۔

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ کسی اہم فریضہ کی ادائیگی میں مجرموں پر رحم کھانا اور ترس کر ناجائز نہیں، محبت و رحمت بہت اچھا عمل ہے مگر مجرموں پر رحم کھانے کا نتیجہ ساری مخلوق خدا کے ساتھ بے رحمی ہے اس لئے ناجائز قرار دیا گیا۔

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ سے پتہ چلتا ہے کہ مجرموں کو سزا دیتے وقت سزا اعلانیہ ہوتا کہ لوگ دیکھ لیں کہ مجرم کو سزا ہو رہی ہے، اس وقت مجرم کے جرم پر پردہ ڈالنا اُسے چھپانا اس کی جرأت کا سبب بن سکتا ہے اس سے بچا جائے۔ شریعت مطہرہ جرائم میں پردہ پوشی کا حکم دیتی ہے مگر جب معاملہ شہادت سے ثابت ہو جائے تو پھر مجرموں کی رسوائی بھی عین حکمت قرار دی گئی ہے زنا کی سزا کو منظر عام پر جاری کرنے پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس میں حاضر رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

زانی مرد صرف زانیہ عورت سے یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس نکاح کو حرام کر دیا گیا ہے (۳)

الَّذِیْ لَا یَنْکِحُ الْاَزَانِیَّةَ اَوْ مُشْرِکَةً
وَالْاَزَانِیَّةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ
وَحَرَّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۴

صَلَّى اللّٰهُ
عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ اکثر و بیشتر زانی لوگ ایسی عورت سے ہی نکاح پسند کرتے ہیں جو زانیہ

ہو، کرنی نے کہا ہے کہ فاسق زانی وہ کسی نیک خاتون سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتا وہ اپنی مثل فاسقہ یا مشرکہ سے نکاح کرنے کو پسند کرتا ہے ایسے ہی فاسقہ زانیہ کسی نیک پرہیزگار مرد سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتی جیسے آج بھی ہمارے ہاں رواج پایا جاتا ہے اس آزاد معاشرہ میں پرورش پانے والی بچیاں کسی نمازی پرہیزگار داڑھی رکھنے والے شخص سے نکاح کرنے سے نفرت کرتی ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے زانیہ سے مومن کا نکاح منع ہے اس سلسلہ میں یاد رہے یہ ضابطہ کہ زانیہ سے مومن کا نکاح حرام کر دیا گیا ہے، اگر ذالک کا اشارہ زنا کی طرف کر دیا جائے تو مقصد اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ زنا کا عمل مومنین پر حرام کر دیا گیا ہے بعض مفسرین نے یہ معنی بھی کیا ہے۔ یہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا اور دونوں کو کوڑے مارے گئے پھر ان کا ایک دوسرے سے نکاح کر دیا گیا، دونوں کا پہلا عمل یہ حرام تھا دوسرا عمل نکاح یہ جائز ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کے باغ سے پھل چوری کیا پھر مالک سے پھل خریدے، چوری حرام تھی خریدنا جائز ہے۔

ایمانداروں پر زانیہ سے نکاح کو حرام فرمانے کا معنی یہ ہوگا کہ کسی بدکار پیشہ ور عورت سے نکاح اس کے توبہ کرنے سے پہلے جائز نہیں، اگر نکاح کر دیا تو شرعاً جائز ہوگا اس نکاح کی نفی لازم نہیں آتی، جمہور فقہاء امت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی علیہم الرحمہ کا یہی موقف ہے۔ اسی طرح جو مرد بدقماش زنا کار ہو اس کے اصلاح احوال سے پہلے کسی عقیفہ سے نکاح اس عقیفہ سے ظلم اور نا انصافی ہے اگر ہو گیا تو شرعاً جائز ہوگا۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضرت مرثد کا معمول تھا کہ مشرکین مکہ کے پاس جو مسلمان قیدی ہوتے رات کی تاریکی میں کسی نہ کسی طرح انہیں کفار کی قید سے نکال لاتے ایک رات کے موقع پر عناق نامی عورت سے ملاقات ہو گئی اس عورت سے دور جاہلیت میں تعلقات تھے اس نے مرثد کو پہچانا اور

اپنی طرف بلایا تو حضرت مرثد نے فرمایا، عناق اللہ نے زنا کو حرام کر دیا ہے، عناق نے غصہ میں آ کر شور مچا دیا لوگو! تمہارے قیدیوں کو بھگانے والا یہی ہے، حضرت جس شخص کو بھگا کر لیجانا چاہتے تھے کامیاب ہو گئے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ بارگاہ رسالت میں سارا واقعہ سنا دیا پھر عرض کی یا رسول اللہ اجازت ہو تو عناق سے نکاح کر لوں، حضور ﷺ خاموش ہو گئے کچھ دیر بعد یہ آئیے مبارکہ نازل ہوئی، حضرت مرثد فرماتے ہیں یہ آئیے پاک نازل ہونے پر حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور یہ حکم سنایا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو (تہمت لگانے والوں کو) اسی (80) دُرے مار دو اور ہمیشہ کیلئے ان کی گواہی قبول نہ کرنا اور وہی لوگ فاسق ہیں (۴) مگر ان میں سے جو لوگ بہتان لگانے کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں توبہ شک اللہ غفور و رحیم ہے (۵)

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ

تفسیر

بھیلی آئیے مبارکہ میں زنا کی حرمت اور زانی کو دُرے مارنے کا حکم تھا، زنا اسلامی معاشرہ میں ناقابل برداشت جرم ہے، اس بدکار آدمی کی سزا بھی سخت ہے، ایسے ہی کسی پر زنا کا بہتان لگانا اور اس کی پاکدامنی کو داغدار کرنا بھی بدترین جرم ہے۔ بہتان لگانے والا بھی بدترین مجرموں کی صف میں شمار ہوتا ہے، ایسے شخص کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اس بہتان کو ثابت کرنے کیلئے چار گواہ پیش کرے اگر وہ اس سلسلہ میں چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسی دُرے لگائے جائیں گے تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ کسی کی عزت سے کھیلنا اس پر

غلط الزام لگانا معمولی بات نہیں۔

آیہ مبارکہ میں تہمت لگانے سے مراد زنا کی تہمت لگانا ہے، تفسیر مظہری میں اس کی وضاحت اس طرح ہے جس پر الزام لگایا جا رہا ہے وہ آزاد عاقل بالغ، مسلم، عقیف ہو اس سے قبل اس پر زنا کا الزام نہ لگا ہو، تہمت لگانے والے مجرم کی تین سزاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ پہلی سزا تو یہ کہ اُسے اُسی دُرے لگائے جائیں گے، دوسری سزا یہ ہے کہ مالی حقوق میں اس کی گواہی قبول نہ ہوگی، تیسری سزا یہ ہے کہ اُسے فاسق قرار دیا جائے گا، ہاں وہ لوگ جو اس الزام لگانے کے بعد توبہ کر لیں اور اپنے حالات کی اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔

اس سلسلہ میں احناف کا موقف یہ ہے کہ اس توبہ سے قیامت کو دیا جانے والا عذاب معاف کر دیا جائے گا مگر معاملات میں اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی، عام واقعات، مقدمات میں گواہ دوہوتے ہیں مگر یہاں چار گواہوں کا ہونا فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کسی کی ناموس عزت پاکدامنی کا مسئلہ اسلام میں کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ الزام لگانے والے پر حد کا حکم اس وقت جاری ہوگا جب مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی مطالبہ کرے کہ حد لگائی جائے اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے ورنہ حد ساقط ہو جائے گی۔ رہا زنا کی حد کا مسئلہ اس میں ایسی گنجائش نہیں وہ خالص اللہ کا حق ہے، اس لئے کوئی مطالبہ کرے یا نہ کرے حد زنا جرم ثابت ہونے پر جاری کی جائے گی۔

آیہ مبارکہ کا آخری حصہ ”الا الذین تابوا“ کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ صدق دل سے توبہ کرے اور اپنی حالت کی اصلاح کرے تو پھر وہ فاسق نہیں رہے گا اور آخرت کی سزا اُسے معاف ہو جائے گی اور حد شرعی معاف نہیں ہوگی، اس مسئلہ پر مزید تحقیق مطلوب ہو تو مظہری میں تفصیل موجود ہے وہاں سے فائدہ اٹھالیا جائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَالَّذِينَ يَرْقُونَ زُجُجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ
لَهُمْ شَهَادَةٌ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَدُوا
أَحَدُهُمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ
لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ
اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَذَّابِينَ ۝
وَيَذَرُوهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعُ
شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَذَّابِينَ ۝
وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ
كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ
تَوَّابٌ حَكِيمٌ ۝

اللہ
صَدِّقُ
الْحَقِّ

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور
ان کے پاس فوراً اُن کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں
تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ
چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ
ضرور سچوں میں سے ہے (۶) اور پانچویں باریہ
کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں
سے ہو (۷) اور عورت سے حد زنا اس طرح دور
ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ
بے شک اُس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے
(۸) اور پانچویں باریہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب
نازل ہو اگر وہ (خاوند) سچوں میں سے ہو (۹) اور
اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم
پر عذاب نازل ہو جاتا) اور بیشک اللہ بہت توبہ
قبول کرنے والا بہت حکمت والا ہے (۱۰)

تفسیر

بجلی آیہ مبارکہ میں زنا کے سلسلہ میں تین احکام ذکر ہوئے، پہلا حکم زنا کی سزا کا تھا، دوسرا حکم زانی
اور زانیہ کے نکاح کے متعلق تھا، تیسرا حکم جھوٹی تہمت کا جرم ہونا اور اس کی حد شرعی کے متعلق تھا۔ اس آیہ
مبارکہ میں زنا کے متعلقات میں چوتھا حکم لعان کا ہے، لعان کے معنی ایک دوسرے پر لعنت اور غضب الہی کی
بددعا کرنے کے ہیں، میاں بیوی دونوں کے چند خاص قسمیں دینے کو لعان کہا جاتا ہے جب کوئی شوہر اپنی

بیوی پر الزام لگائے کہ وہ زانیہ ہے اور یہ عورت اُس الزام کو جھوٹا کہے اور یہ کہے کہ میرے شوہر نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اس پر تہمت کی سزا اُسی کوڑے جاری کی جائے اب اس شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ زنا کے الزام پر چار گواہ پیش کرے اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے تو عورت پر حد جاری کر دی جائے گی اور اگر گواہ نہ لاسکا تو دونوں میاں بیوی میں لعان کرایا جائے گا وہ اس طرح ہوگا کہ چار مرتبہ کہے کہ میں اس الزام میں سچا ہوں، پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر شوہر یہ الفاظ کہنے سے رُکے تو اُسے قید کیا جائے گا اگر اس نے اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا تو اس پر تہمت زنا کی شرعی حد جاری ہوگی۔ اگر اس نے پانچ مرتبہ قسمیں کھالیں تو اس کے بعد عورت سے ان الفاظ میں پانچ قسمیں لی جائیں گی اگر وہ قسمیں کھانے سے انکار کرے تو اُسے اس وقت تک قید رکھا جائے گا یا تو شوہر کی تصدیق کرے اور اپنے جرم زنا کا اقرار کرے، اس صورت میں اس پر حد جاری ہوگی یا پھر پانچ قسمیں کھائے، اگر قسمیں کھالیں تو لعان پورا ہو گیا اور دونوں دنیا کی سزا سے بچ گئے۔ آخرت کا معاملہ اللہ کو معلوم کہ ان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ اس آئیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ بلال بن امیہ رات کو گھر آئے تو اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو حالت غیر میں دیکھا، صبح کو بارگاہ رسالت میں یہ واقعہ عرض کیا حضور ﷺ واقعہ سن کر رنجیدہ ہوئے، انصار اکٹھے ہوئے اور کہا اب قانون کے مطابق بلال بن امیہ کو اُسی کوڑے لگیں گے کہ چار گواہ تو پیش نہیں کر سکے گا مگر بلال نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری اُمید ہے کہ وہ مجھے مصیبت سے بچالے گا حضور ﷺ نے بلال سے چار گواہوں کا فرمایا تو عرض کی حضور اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اپنے کلام میں سچا ہوں، اللہ کوئی حکم نازل فرمادے گا جس سے میں حد سے بچ جاؤں گا یہ گفتگو جاری تھی جبریل علیہ السلام یہ آیات لے کر حاضر ہو گئے اور حضور ﷺ نے بلال کو مبارک دی، دونوں میاں بیوی کو بلایا اور لعان کرایا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِإِلْفِكَ عَصَبَةً
مِّنْكُمْ لَا تُحْسِبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا
اَكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى
كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۱

اللہ
عظیم

بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ پر)
تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے تم اس کو
اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ (آخر کار) تمہارے
لئے بہتر ہے اس گروہ میں ہر فرد کیلئے وہ گناہ ہے
جو اس نے کمایا اور جس شخص نے ان میں سے
اس تہمت میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کیلئے
بہت بڑا عذاب ہے (۱۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں قذف کے حکم کے بعد لعان کا قانون فرمایا گیا اگر یہ قانون لعان جاری نہ ہوتا تو
کوئی مرد اپنی بیوی کو ناشائستہ حالت میں دیکھتا اور خاموش رہتا تو ساری عمر صدمہ میں رہتا، اگر اظہار کرتا تو
اسی کوڑے کھاتا کہ چار گواہ ہیں نہیں، یہ اللہ کا کرم ہوا کہ اس نے نجات کا راستہ بنا دیا کہ لعان پر عمل کے بعد
حد قذف ختم ہو جاتی ہے، اس آیہ پاک میں ایک بہت بڑے الزام کا ذکر ہے، حضور ﷺ کی عزت پر حملہ
کرنے کا ذکر بیان کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں تفصیل سے درج ہے۔ یہاں مختصر اُدرج کیا جاتا
ہے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ جب غزوہ بنی مصلح پر روانہ ہوئے تو سفر
میں ساتھ جانے کیلئے بذریعہ قرعہ اندازی میرا نام نکلا، چنانچہ میں حضور ﷺ کے ساتھ گئی جب جہاد سے
فراغت ہوئی اور حضور ﷺ نے واپسی کا قصد فرمایا ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے وہاں رات بسر ہوئی، رات
کے پچھلے حصے میں واپسی کی تیاری ہوئی، میں قضاء حاجت کیلئے ذرا دور گئی، واپس ہوئی تو میرا رگم ہو گیا میں
تلاش کیلئے واپس گئی، ہارتو مجھے مل گیا مگر جب واپس ڈیرے پر پہنچی تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا میرا کچا وہ اونٹ پر
رکھ لیا گیا اور سمجھا گیا کہ میں کچا دے میں ہوں، میرے ہلکا ہونے کے سبب خدام کو احساس نہ ہو سکا میں نے

وہیں ڈیرہ جمالیا کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو تلاش کیلئے یہاں آئیں گے۔

صفوان بن معطل کی ذمہ داری تھی کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہتے اور گری ہوئی اشیاء کو مالکوں تک پہنچاتے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں چادر اوڑھ کر لیٹ گئی، صفوان آئے اور انہوں نے مجھے پہچان لیا اور بلند آواز سے کہا ”اَنَا لِلّٰہ وَاَنَا اِلَیْہ رَاجِعُونَ“ میری آنکھ کھلی میں نے چہرہ ڈھانپ لیا میرے نزدیک اونٹ بٹھایا اور مجھے سوار کر کے چلے، ہم دوپہر کے وقت لشکر سے آملے۔ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے جب یہ دیکھا تو طوفان برپا کر دیا، مجھ پر بہتان لگا دیا دراصل یہ الزام حضور ﷺ پر تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”مَا بَغْتَ امْرَاةَ النَّبِیِّ اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِس نے کوشش کی جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بدکارہ ثابت ہو جائیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ حضور نبی نہیں اگر نبی ہوتے تو ان کی بیوی بدکار نہ ہوتی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں مدینہ منورہ پہنچی تو بیمار ہو گئی مجھے عبداللہ کی اس سازش کا پتہ نہ تھا مگر ایک بات مجھے کھٹکتی تھی کہ میری تکلیف میں حضور ﷺ کی طرف سے پہلا لطف و کرم نہ تھا، فرماتی ہیں ایک رات میں ام مسطح کے ساتھ باہر گئی ان دنوں قضائے حاجت کیلئے گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا، جب ہم قضاء حاجت سے فارغ ہو کر واپس لوٹیں تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا وہ گر پڑیں اور اچانک منہ سے نکلا ”مسطح ہلاک ہو“، مسطح اُن کا بیٹا تھا، میں نے پوچھا آپ مسطح کیلئے بد دعا کر رہی ہیں وہ تو بدری ہے، ام مسطح نے کہا عائشہ! تجھے پتہ نہیں اس نے کیا طوفان بدتمیزی برپا کیا ہے؟ اور پھر الزام لگانے کا سارا واقعہ سنا دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں واقعہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہو گیا، حضور ﷺ تشریف لائے تو میں نے عرض کی مجھے میرے والدین کے ہاں جانے کی اجازت دے دی جائے، حضور ﷺ نے اجازت دے دی، میکے چلی گئی میں نے اپنی والدہ سے واقعہ سنایا تو میری ماں نے حوصلہ دیا پریشان نہ ہوں لوگ ایسی باتیں بنایا کرتے ہیں جب کوئی بیوی شوہر کو پیاری ہو اور سونکیں بھی ہوں تو ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت اسامہ سے واقعہ کی تحقیق

کی، حضرت اُسامہ نے بری الذمہ قرار دیا، حضرت بریرہ سے واقعہ پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں کوئی عیب نہیں دیکھتی، پھر حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ”فواللہ ما علمت علی اہلی الا خیراً“ اللہ کی قسم میں اپنے اہل میں خیر کے بغیر کچھ نہیں جانتا اور مجھے ان سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں۔

اس پر سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور میں حاضر ہوں اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو ہم قتل کر دیں گے قریب تھا کہ اوس اور خزرج کے درمیان لڑائی ہو جائے، حضور ﷺ نے دونوں گروپوں کو ٹھنڈا کیا اور معاملہ ختم ہو گیا، حضور ﷺ نے فرمایا اب میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہا ”فصبر جمیل“۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی مجھ یقین تھا کہ اللہ میری برأت فرمائے گا حضور ﷺ ابھی وہیں تھے کہ آپ پر جی کے آثار ظاہر ہونے لگے وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا، عائشہ خوشخبری ہو اللہ نے تیری برأت فرمادی، اس وقت یہ دس آیات نازل ہوئیں، آپ فرماتی ہیں میری والدہ نے کہا عائشہ! اللہ کا شکر ادا کرو جس نے تیری برأت فرمادی۔ جھوٹ اور بہتان انتہاء کو پہنچ جائے تو اُسے اُفک کہتے ہیں۔ قرآن مقدس نے اس واقعہ کو اُفک کہا ہے اب مزید تردید کی ضرورت ہی نہیں، تمام مسلمانوں کو اور خصوصاً صدیق اکبر اور آپ کے خاندان کو جو اس الزام سے تکلیف ہوئی، انہیں اطمینان دلایا گیا، اسے شر نہ خیال کرو یہ تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے کہ تمہیں دُکھ ہوا، تم نے صبر کیا اس پر عظیم اجر ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام سے ہر چند ان کو تکلیف ہوئی مگر قیامت تک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی کی شہادت قرآن پاک دیتا رہے گا اور جو شخص اس قرآنی وضاحت کے بعد شک کرے گا، دائرۃ اسلام سے خارج ہوگا۔ آیہ کے اختتام پر فرمایا گیا جس نے اس الزام میں سب سے زیادہ حصہ لیا اسے سخت دردناک عظیم عذاب ہے، یہ عبد اللہ بن ابی منافق ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَبْدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

جب تم نے اس تہمت کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے (۱۲) (تہمت لگانے والے) اس تہمت پر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں (۱۳) اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نے جس تہمت کا چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا (۱۴)

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا أَفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَوْلَا جَاءُوكَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ فَذُكِّرْتُمْ ۚ بَلْ كَذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾

للہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے متعلق علامہ قرطبی فرماتے ہیں ”لو لا اذا سمعتموه“ میں رب قدوس جل مجدہ نے ایمانداروں کی سرزنش فرمائی ہے کہ تم نے سنتے ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کر دی۔ ایمان والو! تمہیں فوراً کہہ دینا چاہئے تھا کہ یہ واضح جھوٹ ہے، حضور علیہ السلام کے ازواج مطہرات کا معاملہ عام مسلمانوں کی بیویوں کی طرح نہیں تمہارے ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ تم منافقوں کی اس خبر کو سنتے ہی کہہ دیتے، سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ ملت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو فحاشی کی تہمت لگائے وہ کافر ہے۔

اس جھوٹ سننے پر ایمانداروں کو اپنوں کے بارے میں نیک گمان چاہئے تھا، قرآن مقدس نے اُن کے جھوٹے ہونے کی دلیل فرمائی اگر وہ الزام لگانے میں سچے تھے تو چار گواہ پیش کیوں نہ کر سکے ان کا گواہ

پیش نہ کر سکتا ان کے جھوٹے ہونے کی واضح دلیل ہے اور یہ لوگ وہی ہیں جو اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ آئیے مبارکہ میں فرمایا یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے تمہیں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کیا ورنہ اس قدر طوفانِ بدتمیزی نے تو قہرِ الہی کو دعوت دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو پریشان کیا ان کے اس الزام پر خدا کے قہر و غضب کی آگ بھڑک اٹھتی اور تمہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب پکڑتا، ”لو لا فضل اللہ علیکم“ کے مخاطب تین مومن ہیں یعنی مسطح، حمنہ، حسان، ان پر اللہ کا فضل اس طرح ہوا کہ انہیں اللہ نے توبہ کی توفیق عطا فرمادی وہ کام جو انہوں نے کیا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا، وہ اپنی ذات میں عذابِ عظیم کا موجب تھا، اول تو کسی پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت خود بڑی مصیبت ہے پھر وہ بھی ازواجِ مطہرات میں سے کہ ان پر تہمت لگانا، سید الانبیاء ﷺ کی تکلیف کا باعث بنا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

جب تم یہ تہمت اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بات بہت سنگین تھی (۱۵) تم نے وہ بات سنتے ہی کیوں نہ کہا ایسی بات کرنا ہمارے لئے جائز نہیں، اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت سنگین بہتان ہے (۱۶) اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی بھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو (۱۷)

اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُوْنَ
يَا قُواہِمُکُمْ مَا لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ
وَتَحْسِبُوْنَهُ هِیْئًا ۚ وَہُوَ عِنْدَ اللّٰہِ
عَظِیْمٌ ۝۱۵ وَلَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُوْہٗ قُلْتُمْ
مَا یَکُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَّکِمَ بِہِذَا سُبْحٰنَکَ
ہٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝۱۶ یَعِظُکُمُ اللّٰہُ
اَنْ تَعُوْذُوْا لَیْسَ لَہٗ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۷ وَیَبِّیْنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ
وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝۱۸

ﷺ
الْعَظِیْمُ

اور اللہ تمہارے لئے آیات بیان فرما رہا ہے اور
اللہ بہت علم والا ہے بہت حکمت والا ہے (۱۸)

تفسیر

قرآن مقدس نے دشمنان اسلام کے الزام پر پھر تنبیہ فرمائی ہے تم نے محض سنی سنائی بات کو آگے نشر کر دیا تم یقین کئے بغیر آگے پھیلا رہے تھے تم نے یہ معاملہ معمولی سمجھا لیکن اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی سنگین تھی یہ حضور ﷺ کا معاملہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عظیم مرتبہ بخشا ہے اور اس عظیم رسول کے حرم محترم پر الزام لگانا اُسے لوگوں کے سامنے بے وقار بنانا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو قطعی پسند نہیں کہ اس کے معزز محبوب رسول کو پریشان کیا جائے یہ الزام تو اللہ کے ساتھ کھلی بغاوت ہے کہ جس رسول کو عظیم مرتبہ دیا گیا تم اُسے گھٹا رہے ہو۔ ”ولو لا اذ سمعتموه“ کو دوبارہ ذکر فرما کر پہلی آیہ کریمہ کی مزید تائید کی جا رہی ہے اور مزید تاکید کی جا رہی ہے کہ محبوب کے معاملہ کو عام معاملہ نہ سمجھو تمہارے ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ منافقوں سے یہ خبر سنتے ہی کہہ دیتے، سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے دوبارہ ایسی بات نہ کرنا اگر ایماندار ہو تو اللہ تمہیں کھول کھول کر واضح احکام دیتا رہا ہے اور اللہ بہت علم والا بہت حکمت والا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں یکے بعد دیگرے پاکیزگی کا اعلان آپ کی عظمت کی واضح دلیل ہے آپ کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ ہے جسے آپ خود بیان فرمایا کرتی تھیں کہ حضور ﷺ سے نکاح سے پہلے جبریل امین ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا یہ آپ کی زوجہ ہے، (ترمذی شریف)

آپ کے خصائص میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے علاوہ حضور ﷺ نے کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا ایک عظیم خصوصیت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال آپ کی گود میں ہوا یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ حضور ﷺ آپ کے حجرہ میں مدفون ہوئے یہ بھی ایک عظمت ہے کہ وہ خلیفۃ الرسول کی بیٹی

ہیں، یہ بھی ایک بڑی خصوصیت ہے کہ آپ عظیم فقیہ محققہ محدثہ تھیں، حضرت موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں میں نے عائشہ صدیقہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کوئی نہیں دیکھا، تفسیر قرطبی میں ہے یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کی شہادت سے برأت فرمائی، حضرت مریم پر الزام لگا تو عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی سے برأت ہوئی، حضرت اماں جی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کی دس آیات نازل فرمائیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ
 فِی الَّذِیْنَ اَمَلُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی
 الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا
 تَعْلَمُوْنَ ۙ (۱۹) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ
 وَرَحْمَتُهُ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ
 ﷺ
 العظیم

بے شک وہ لوگ پسند کرتے ہیں کہ ایمانداروں
 میں بے حیائی پھیلے، ان کیلئے دنیا و آخرت میں
 دردناک عذاب ہے اور اللہ (حقیقت) کو جانتا
 ہے اور تم نہیں جانتے (۱۹) اور اگر اللہ کا فضل
 اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو (تم بھی نہ بچ
 سکتے) اور بے شک اللہ بہت مہربان ہے اور رحیم
 ہے (۲۰)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں بلا تحقیق برائی کی تشہیر کرنے، لغو و بیہودہ معاملات کو فروغ دینے کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ ایسے لوگ جو بیہودہ معاملات میں دل چسپی لیتے ہیں اور ایسے کاموں کو فروغ دیتے ہیں جو شرم و حیا کو تار تار کرتے ہیں، اخلاق کو برباد کرتے ہیں، محض دولت کمانے کیلئے بے ہودگی کو فروغ دیتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں سخت عذاب ہے اور اس حقیقت کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے اور اگر اللہ کا فضل اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم بھی نہ بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے رحیم ہے۔

قرآن مقدس نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور ہی نہ ہونے پائے اگر شہرت ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ ہوتا کہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں اس پر حد زنا جاری کر کے اس شہرت ہی کو رکاوٹ کا سبب بنا دیا جائے اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں پر اس قسم کی بے حیائی کی خبروں کو روکنے کا سبب بنا دیا جائے۔

آج کل عام لٹریچر میں اس طرح کی خبریں نشر ہوتی رہتی ہیں مرد و عورت روزانہ دیکھ دیکھ کر اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ برے عمل ان کی نظروں میں معمولی محسوس ہونے لگتے ہیں اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مقدس نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جبکہ وہ ثبوت شرعی کے ساتھ ہو اس کے نتیجہ میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے سننے والوں کے سامنے آجائے اور جہاں ثبوت نہ ہو اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن مقدس نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس آئیہ مبارکہ میں ایسی خبریں بلا ثبوت مشہور کرنے والوں پر دنیا و آخرت دونوں میں دردناک عذاب ہونے کا ذکر ہے، آخرت کا عذاب تو قیامت کے بعد ہوگا جس کا دنیا میں مشاہدہ نہیں ہو سکتا مگر دنیا کا عذاب تو آہی گیا کہ تہمت کی سزا جاری کر دی گئی اور لوگوں میں رسوائی ہوئی۔ آئیہ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ مسلمانوں میں فحاشی پھیلانے سے محبت کرنا بھی موجب عذاب ہے، دل کے افعال پر بھی عذاب ہوتا ہے کفر، نفاق، حسد، کینہ، بخل یہ سب دل کے افعال ہیں جن پر سزا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، اور جو شخص شیطان کے پیچھے چلے گا تو وہ بے شک اپنے متبعین کو برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کسی کا بھی باطن کبھی بھی پاک اور صاف نہ ہوتا لیکن جس کو چاہتا ہے اس کا باطن پاک صاف کر دیتا ہے اور اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے (۲۱) اور تم میں سے برگزیدہ اور خوش حال لوگ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ قریبی رشتہ داروں، مسکینوں اور خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی امداد) نہ دیں گے اور چاہئے کہ یہ لوگ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تمہیں اللہ بخش دے اللہ غفور ہے اور رحیم ہے (۲۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتِلْ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾

اللہ
الصادق
الخطیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو گمراہی سے بچنے کی ہدایت کی جا رہی ہے، گمراہی کے بدترین گڑھوں میں شدید ترین اور گہرا گڑھا، شیطان کی اطاعت ہے، فرمایا گیا ہے ایمان والو! شیطان کے پیچھے مت چلنا وہ اپنے ماننے والوں کو اچھائی، ہدایت کی طرف نہیں لے جاتا بلکہ گمراہی کے گہرے گڑھے میں ڈال دیتا ہے وہ ہمیشہ برائی کا سبق دیتا ہے، بے حیائی کی طرف مائل کرتا ہے، اس کے گمراہ کرنے کا ایک مشہور اور بڑا طریقہ یہ ہے کہ ہر بُرے کام کو اچھے رنگ و روپ میں پیش کرتا ہے، اور اس کام پر تصنع کا رنگ و روغن اس

قدر بھڑکیلا ہوتا ہے کہ اس کا برا نتیجہ آدمی کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور گمراہ ہونے والا شخص یہی سمجھتا ہے کہ میری زندگی کا حسن، ماتھے کا جھومر یہی کام ہے۔ اب اس شخص پر نہ تو کوئی ہدایت اثر کرتی ہے نہ ہی کوئی حکم خداوندی اسے اچھا لگتا ہے۔ شیطان اُسے ہر لمحہ برائی بے حیائی کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ یہ اللہ کا عظیم فضل ہے کہ وہ تمہیں شیطانی مکر و فریب سے بچالے ورنہ تمہارے بس کی یہ بات نہیں کہ تم اس کے پھندوں سے بچ سکو، جب اس کا فضل ہوتا ہے، بیمار تندرست ہو جاتے ہیں، گرے اٹھ جاتے ہیں، معذور طاقت ور ہو جاتے ہیں۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے رب قدوس سے لولگاؤ، اسی سے اس عظیم دشمن سے بچنے کی درخواست کرو ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ میں بھی یہی اشارہ ہے۔ ”میں اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ لعنتی شیطان سے بچالے۔

جس قدر دشمن بڑا ہوگا اسی قدر پناہ بھی بڑی ذات سے ہی لی جائے گی، معلوم ہوتا ہے شیطان ہمارا بہت بڑا دشمن ہے، اس سے پناہ بھی سب سے بڑی ذات رب ذوالجلال سے لے رہے ہیں، بارگاہ قدس میں عجز و نیاز سے عرض کرتے رہنا چاہئے، اللہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو میری مدد فرما اور اس کے خطرناک شر سے بچالے اور جب تم خلوص سے درخواست کرو گے اور توبہ کرو گے تو وہ تمہاری ساری باتیں سنتا ہے، تمہارے سارے معاملات کو جانتا ہے وہ تمہاری مدد فرما دے گا۔

”ولا یاتل اولو الفضل“ اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والوں میں مسطح بن اثاثہ بھی شامل تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان کی اعانت فرمایا کرتے تھے جب مسطح بن اثاثہ ام المومنین پر لگائے گئے الزام کی تشہیر میں پیش پیش ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سخت صدمہ پہنچا، اللہ تعالیٰ نے ام المومنین کی پاکیزگی، طہارت کے بارہ میں حکم نازل فرمایا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ کیلئے مسطح کی اعانت نہیں کریں گے اس نے سید الانبیاء کی اہلیہ عفیفہ طیبہ طاہرہ عائشہ پر الزام لگایا اور تشہیر کی، اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کو مسطح کا قصور معاف کر دینے کی طرف توجہ دلائی کہ کسی برگزیدہ صاحب حیثیت شخص کو قسم نہیں اٹھانی چاہئے کہ وہ کسی قریبی مسکین مہاجر کی اعانت نہیں کرے گا چاہئے کہ یہ لوگ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تمہیں اللہ بخش دے، اللہ معاف فرمانے والا ہے، رحیم ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کئی فضائل واضح ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحب فضیلت اور وسعت فرمایا ہے، فضل کا معنی زیادہ ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرتے تھے، صاحب وسعت اسی وقت تعریف کے لائق ہوتا ہے جب وہ لوگوں میں جود و سخا کو عام رکھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فیاضی اس طرح بھی واضح ہے کہ بہت سے لوگ آپ کی دینی تعلیم سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آیہ مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ درگزر معافی مومن کی عظیم صفات میں ہیں، آپ نے مسطح کو معاف فرمادیا، رب قدوس جل مجدہ کی طرف سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مغفرت کی بشارت سنادی گئی یہ وہ مکارم اخلاق ہیں جن سے صحابہ کرام کی تربیت کی گئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

بے شک جو لوگ پاک دامن، بے خبر ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے (۲۳) جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے تھے (۲۴) اس دن اللہ حق اور انصاف کے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ
الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لَعُنُوْا فِی الدُّنْیَا
وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۲۳
یَوْمَ تَشْہَدُ عَلَیْہُمْ اَلْسِنَتُہُمْ وَاَیْدِیْہُمْ
وَاَنْجُلُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲۴
یُوقِفُہُمْ اللّٰہُ دِیْنُہُمْ الْحَقُّ وَیَعْلَمُوْنَ
اَنَّ اللّٰہَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ۝۲۵

ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں
گے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے اور حقائق واضح
کرنے والا ہے (۲۵)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والوں کی سزا کا ذکر ہوا،
اس آیہ پاک میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خادماؤں پر بہتان لگانے والوں پر ناراضگی
کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ایسے لوگ پاکدامن ایماندار خواتین پر بہتان لگاتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں
لعنت ہے اور دردناک عذاب ہے، غافلات سے مراد وہ خواتین ہیں جن کے دلوں میں کبھی اس قسم کا خیال
ہی پیدا نہیں ہوا اور اپنی پاکیزگی کے سبب اپنے معاملات سے بالکل انجان ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے ایسی مقدس خواتین پر الزام لگانے والے پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور درد
ناک عذاب ہے۔ بخاری و مسلم شریف کی ایک حدیث شریف میں بھی ایسے مجرموں کی سزا کا ذکر ملتا ہے،
حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا، سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو جو سات یہ ہیں، خدا کے ساتھ کسی کو
شریک نہ ٹھہراؤ، جادو کرنے سے بچو، کسی بے گناہ کا قتل اپنے ذمہ نہ لو، سود کھانے سے اعراض کرو، یتیم کے
مال کھانے سے بچو، میدان جنگ سے بھاگنے سے بچو، پاکدامن انجان ایماندار خواتین پر تہمت مت لگاؤ،
ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے پاکدامن عورت پر بہتان لگانا سو سال کی نیکیوں کو
بر باد کر دیتا ہے۔ یہ حدیث شریف طبرانی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے، ”قذف
المحصنة يهدم عمل مائة سنة او كما قال النبي ﷺ“

اس قسم کے الزام لگانے والوں کو اس طرح تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ لوگ اُس دن سے ڈریں جب
ان کی زبانیں ان کے ہاتھ ان کے پاؤں ان کے خلاف ان کے اعمال پر گواہی دیں گے، آج تو اپنی چرب

زبانی سے اپنا بچاؤ کر لیتے ہیں، اپنے گناہوں پر پردہ ڈال لیتے ہیں مگر آخرت کو تو ایسا نہیں کر سکیں گے، اس دن انہیں اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا جس کے وہ حقدار ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئے اللہ ہی ٹھیک فیصلہ فرمانے والا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں تو ذکر ہے کہ اُن کی زبانیں، ان کے ہاتھ، اُن کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے مگر دوسری آیہ مبارکہ میں ہے ”الیوم نختم علی افواہہم“ ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ان میں مطابقت یوں ہوگی کہ وہ اپنی زبان کو اپنے اختیار سے استعمال نہیں کر سکیں گے کہ جو چاہیں جھوٹی سچی بات کہہ دیں جیسے دنیا میں کرتے تھے ایسا نہیں ہوگا بلکہ ان کی زبان ان کے ارادہ اور قصد کے خلاف حق بات کا اعتراف کرے گی۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ ایک وقت زبان بند کر دی جائے پھر اُسے حکم ہو کہ سچی بات بیان کر دے۔ آیہ مبارکہ میں الزام لگانے والوں کی تین سزاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے، دنیا و آخرت کی لعنت ایک سزا ہے، ان کی زبانیں ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے تو رسوائی ہوگی یہ دوسری سزا ہے، پوری پوری سزا ہوگی یہ تیسری سزا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کیلئے اور ناپاک
مرد ناپاک عورتوں کیلئے اور پاکدامن عورتیں
پاکدامن مردوں کیلئے اور پاکدامن مرد
پاکدامن عورتوں کیلئے، یہ میرا ہیں ان تہمتوں
سے جو وہ (ناپاک) لگاتے ہیں ان کیلئے اللہ کی
بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے (۲۶)

اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ
لِلْخَبِیْثَاتِ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ
وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ اُولٰٓئِکَ
مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُولُوْنَ اَللّٰہُ
تَعَالٰی وَرِثَیْکُمْ کَرِیْمٌ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں دوستی اور تعلقات کے بارہ میں فرمایا جا رہا ہے پیار و محبت کے مراسم پیدا ہوتے ہیں، دونوں کو آپس میں خاص تعلق ہے یہ محبت کے مراسم یا مخالفت کے آثار ایسے ہی نہیں ہو جاتے، بلکہ طبیعتوں کی مناسبت کو بہت گہرا تعلق ہے برے لوگ بروں کے ساتھ بیٹھ کر راحت محسوس کرتے ہیں اچھے لوگ اچھوں کی محفل کو پسند کرتے ہیں، کوئی بُرا آدمی کسی اچھی محفل میں بیٹھ جائے تو فوراً اُکتا جاتا ہے وہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے ایسے ہی کوئی اچھا آدمی کسی بری محفل میں پھنس جائے تو یہ لمحات اس کے لئے سخت مصیبت بن جاتے ہیں، اس کی کوشش ہوتی ہے جتنی جلدی ہو سکے نکل جائے نیک آدمی نیکوں سے مل جائے تو دلی راحت محسوس کرتا ہے، اس عنوان کو قرآن مقدس نے ارشاد فرمایا ہے،

خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کیلئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والے ظالموں کو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ حضور جیسے سید المخصوصین کے ساتھ کسی ناپاک عورت کا تعلق کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ذرہ بھر بھی غور کرتے تو یہ اتنا بڑا طوفان بد تمیزی برپا ہی نہ ہوتا، جب حضور ﷺ طیب و طاہر ہیں تو ظاہر ہے حضور ﷺ کی اہلیہ بھی ایسی ہی ہوں گی، ابن زید نے کہا یہ آیہ مقدسہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی، عبد اللہ بن ابی منافق خبیث مرد تھا اس کے لائق خبیث عورت تھی، اور رسول اللہ ﷺ پاک و طیب تھے اور آپ کے لائق پاک و طیبہ عورت تھی وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

ایک تفسیر میں الخبیثات سے مراد بری باتیں ہیں، دوسری تفسیر میں الخبیثات سے مراد بری عورتیں ہیں، امام ابن جریر طبری پہلی تفسیر کو ترجیح دیتے ہیں، حافظ ابن کثیر نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی ہے کہ الخبیثات سے مراد بری باتیں اور الطیبات سے مراد اچھی باتیں ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا
غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا
عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۸﴾ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا
فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ
قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ
لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۲۹﴾

ﷺ
الصلوة
العظمیٰ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے
گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ
لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے
بہت بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (۲۷) اور
اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل
نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے اور اگر تم
سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ، یہ
تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہے اور تم جو کچھ کرتے
ہو اللہ اسے خوب جاننے والا ہے (۲۸)

تفسیر

قرآن مقدس نے اس آیہ مبارکہ میں اچھے تعلقات اچھے معاشرہ کا ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ کسی
کی ملاقات کو جاؤ تو پہلے اجازت لو، بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل نہ ہو، اس ارشاد گرامی کا فلسفہ واضح
طور پر سمجھ آ رہا ہے کہ قرآن مقدس نے فرمایا ”جعل لکم من بیوتکم سکنا“ اللہ نے تمہارے گھروں
سے تمہارے لئے سکون و راحت کا سامان دیا ہے اور یہ سکون و راحت تب ہی باقی رہ سکتا ہے جب انسان
دوسرے کسی شخص کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام اور آرام کر سکے
، اس کی آزادی میں خلل ڈالنا گھر کی مصلحت کو ختم کر دیتا ہے اور یہ تکلیف ہے اور کسی کو تکلیف پہنچانا حرام
ہے، اجازت لے کر گھر میں داخل ہونے کا واضح فلسفہ یہ ہے کہ کسی کی آزادی میں خلل نہ ڈالا جائے،
اجازت لے کر گھر داخل ہونے میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اجازت لے کر آئے گا، گھر والا اس کی قدر و منزلت
کرے گا آرام سے اس کی بات سنے گا اس کی ضرورت کا خیال کرے گا اس کے برعکس بلا اجازت آیا تو گھر

والا بر محسوس کرے گا اس کی ضرورت کی طرف توجہ نہیں کرے گا، محبت سے ملنے کے بجائے اُسے ٹال دے گا، بغیر اجازت داخل ہونے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اچانک غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے اور شیطان اس سے فائدہ اٹھائے اور داخل ہونے والے کو گمراہ کرے۔

بغیر اجازت داخل ہونے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے گھر والا کوئی ایسا کام کر رہا ہو جو کسی کو بتانا نہ چاہتا ہو اور یہ کام کوئی راز کا کام ہو اب یہ کام راز نہ رہ جائے گا بلکہ کھل کر سامنے آ جائے گا جو گھر والا پسند نہیں کرتا، بظاہر یہ حکم ایماندار مردوں کیلئے ہے کہ وہ اجازت کے بغیر کسی کے گھر داخل نہ ہوں مگر صحابیات کا بھی یہی معمول رہا کہ کس کے گھر جائیں تو اجازت لے کر جائیں جیسے حضرت ام ایاس کا فرمان موجود ہے آپ فرماتی ہیں ہم چار عورتیں اکثر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتیں اور جانے سے پہلے ان سے اجازت طلب کرتیں، جب اجازت ملتی تو اند جاتیں۔ (ابن کثیر)

آیہ مبارکہ میں اجازت لینے کا حکم عام ہے، محرم عورتوں کے ہاں بھی جانا ہو تو اجازت لی جائے۔ امام مالک نے عطاء ابن یسار سے ایک روایت نقل کی ہے، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی ماں کے پاس بھی اجازت لے کر جاؤں، فرمایا ہاں کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ والدہ کو برہنگی کی حالت میں دیکھو، ہو سکتا ہے وہ گھر میں کسی وقت بغیر پردہ کے ہو اگر کسی مکان میں اکیلی بیوی ہی رہتی ہے تو اگرچہ اجازت لینا واجب نہیں تاہم وہاں بھی اطلاع ہو، داخل ہونے سے پہلے پاؤں کی آہٹ یا کھانسنے سے باخبر کر دے۔ عبداللہ بن مسعود کی زوجہ فرماتی ہیں عبداللہ جب کبھی باہر سے آتے تھے تو کسی نہ کسی طرح اطلاع کر کے آتے تھے، وہ پاؤں کی آہٹ ہے یا دروازہ کا کھٹکھٹانا تاکہ وہ کسی ایسی حالت میں نہ دیکھیں جو ان کو پسند نہ ہو۔ آیہ مبارکہ میں دو کاموں کا حکم دیا گیا ہے داخل ہونے سے پہلے اجازت اور پھر سلام اگر پہلے سلام ہو گیا اور پھر اجازت تو بھی ٹھیک ہے، مسنون طریقہ یہی معلوم ہوتا ہے، پہلے اسلام پھر اجازت، عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے ”السلام علیکم ایدخل عمر“ سلام کے بعد کہا کیا عمر داخل ہو سکتا ہے؟

آیہ کے آخر میں فرمایا گیا اگر گھر والا کہے لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہی بہتر ہے نفاست ہے۔

اجازت لینے سے متعلق چند باتیں یہ بھی ذہن میں رہیں کہ کسی کو ایسے وقت میں فون کرنا جو اس کی مصروفیت کا وقت ہو یہ بھی صحیح نہیں، فون پر لمبی بات کرنا ہو تو اجازت لے کہ وقت ہے تو بات کروں، بعض اوقات گھر والے سے یہ غلطی ہو جاتی ہے کہ فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے یہ پرواہ نہیں کرتا، اسے بھی ایسا نہیں چاہئے کہ اس کا حق ہے کہ گھر والا اس سے بات کرے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ
 کَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اِنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا
 غَیْرَ مَسْکُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّکُمْ وَاللّٰهُ
 یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ قُلْ
 لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغْضُوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ
 یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ اَرْکٰی لَّهُمْ اِنْ
 اللّٰهُ خَبِیْرٌ لِّمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جو آباد نہیں جن میں تمہارا سامان رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو (۳۹) آپ مومنین کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ طریقہ ان کیلئے بہت اچھا ہے اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان کاموں پر جو وہ کرتے ہیں (۴۰)

اللہ
 العظیم

تفسیر

آیہ مبارکہ میں ایسے مقامات پر جانے کی اجازت دی جا رہی ہے جہاں ہر وقت آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے جیسے مہمان خانہ، ہوٹل، سرائے وغیرہ ”قل للمومنین“ کے ارشاد میں شریعت مطہرہ نے ایمانداروں کو گناہوں سے بچنے کا ضابطہ فرمایا ہے، اسلام صرف گناہوں سے روکتا ہی نہیں بلکہ گناہوں کے تمام ذرائع، راستے بند کرتا ہے جب گناہوں کو جانے کا راستہ ہی بند ہوگا تو گناہ سرزد ہی نہیں ہوگا جیسے زنا کا راستہ روکنے کیلئے فرمایا گیا ”ولا تقر بوا الزنا“ جواب بچوں اور بچیوں میں میل جول، خوش طبعی، ہنسی مذاق،

تنہائی میں نشست و برخاست ساری چیزیں حرام کر دیں، یہ سارے راستے زنا کے قریب کرتے تھے۔
 ”لاتقربوا“ فرما کر سارے بند کر دیئے۔

بُرے راستے برائی تک پہنچاتے ہیں ایسی راہوں پر چلنے سے اسلام نے روک دیا ہے، ایمانداروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں یعنی نگاہ کو اُن چیزوں سے پھیر لیں جن کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع ہے اس میں غیر محرم عورت کی طرف بری نیت سے دیکھنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ ”و یحفظو فروجہم“ کا حکم کہ شرمگاہوں کی حفاظت کریں، مراد یہ ہے کہ نفس کی خواہش پورا کرنے کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں اُن سب سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ ناجائز و حرام شہوت رانی اور اس کے تمام مقدمات کو ممنوع کرنا ہے، فتنہ شہوت کا سب سے پہلا سبب دیکھنا ہے اور آخری نتیجہ زنا ہے، شریعت مطہرہ نے ان دونوں کو صراحتہ ذکر کر کے حرام کر دیا گیا ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو شخص دل کے تقاضے کے باوجود اپنی نظر پھیرے تو میں اس کے بدلے اس کو ایسا پختہ ایمان دوں گا جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ مسلم شریف میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر بلا ارادہ اچانک کسی محرم پر نظر پڑ جائے تو کیا کرنا ہے فرمایا اپنی نظر اس سے پھیر لو۔ (ابن کثیر)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَعْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ
وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ
بِخَمَرٍ هُنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ
أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِهِنَّ أَوْ
أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانَهُنَّ
أَوْ إِخْوَانِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَخَوَاتِهِنَّ
أَوْ أَخَوَاتِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرَ أُولِي
الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ
يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ
بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ
زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا
إِنَّهُ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

صَلَّى
الْحَقُّ
عَلَيْهِم

تفسیر

اور آپ ایماندار عورتوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی
نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی
حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر
جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں
پر ڈالے رکھیں اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے
شوہروں پر ظاہر کریں یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے
شوہروں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا
اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا
اپنے بھتیجیوں پر یا اپنے بھانجیوں پر یا اپنی خواتین
پر یا اپنی مملوکہ خادماؤں پر یا اپنے نوکروں پر جن
کو عورتوں کی شہوت نہ ہو یا ان لڑکوں پر جو
عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں اور
اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان
کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ
چھپائے رکھتی ہیں اے مسلمانو! تم سب اللہ کی
طرف توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ (۳۱)

اس سے پہلے ایمانداروں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
کریں اس آیت مبارکہ میں یہی حکم خواتین کیلئے دیا جا رہا ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کی طرف غلط نظر نہ اٹھائیں

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس آئیہ کریمہ میں عفت اور پارسائی کا درس دیا جا رہا ہے کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کو عصمت، پاکیزگی، طہارت کے اصولوں سے آگاہ رکھیں، گناہوں کی طرف کھلنے والا سب سے بڑا دروازہ نگاہ کی بے راہ روی ہے۔

خواتین کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں، یعنی غیر محرم کو نہ دیکھیں یہ دیکھنا بری نیت سے ہو یا بغیر بری نیت کے، دونوں صورتیں حرام ہیں۔ اس پر سیدہ ام سلمہ کی حدیث دلیل ہے، ایک دن ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے ہاں حاضر تھیں اچانک عبداللہ ابن مکتوم آگئے یہ نابینا تھے، حضور علیہ السلام نے ہمیں حکم دیا کہ پردہ کرو، ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں۔

دوسرا حکم ہے اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں، اپنے حسن و زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں ہاں جس حصہ کے ظاہر کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو الگ بات ہے، اپنے دوپٹوں سے اپنے سینوں کو ڈھانپ کر رکھیں یا زمین پر پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ زینت ظاہر ہو۔

آئیہ مبارکہ کے اگلے حصہ میں ان لوگوں کا ذکر کر دیا گیا ہے جن کے سامنے زینت کا اظہار ممنوع نہیں وہ لوگ یہ ہیں، شوہر، اپنے باپ، اپنے شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، یا اپنے خاوندوں کے بیٹے، اپنے بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی ہم مذہب عورتیں، اپنی باندیاں، نوکرانیاں، یا ایسے نوکر جو عورتوں کے خواہشمند نہ ہوں، وہ بچے جو ابھی تک عورتوں کی شرم والی چیزوں پر آگاہ نہیں۔

آئیہ مبارکہ میں عورتوں کے اس امر کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے کہ وہ زمین پر زور سے پاؤں مار کر چلیں تاکہ ان کا مخفی بناؤ سنگھار ظاہر ہو، عورت کیلئے بھی جائز نہیں کہ زیور کی آواز غیر محرم کو سنائے، عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی اسی شق میں داخل ہے۔ آئیہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ کی طرف رجوع کرو تا کہ تم دونوں جہانوں میں بامراد ہو جاؤ، یعنی احکام الہیہ کے ماننے کیلئے بارگاہ الوہیت کی طرف سراپا متوجہ ہو جاؤ۔ اگر کسی احکام مذکورہ میں کسی وقت کوتاہی ہوگئی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے گزشتہ

پر نادام ہو کر مغفرت مانگے اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے۔

آیہ مبارکہ میں خواتین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوا اس کے کام کرنے میں جو اعضاء ظاہر ہو جائیں جیسے چہرہ یا ہتھیلیاں جو کہ لین دین کی ضرورت ہیں۔ بعض اوقات چہرہ یا ہتھیلیاں کھل جاتی ہیں ایسی صورت معاف ہے، گناہ نہیں مگر آیہ پاک سے یہ ثابت نہیں کہ مردوں کو چہرہ یا ہتھیلیاں دیکھنا بھی بلا ضرورت جائز ہے بلکہ مردوں کو تو وہی حکم ہے کہ نگاہ پست رکھیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور نکاح کر دیا کرو جو بے نکاح ہیں اور تمہارے

غلاموں اور کنیزوں میں جو ٹھیک ہیں اگر وہ تنگ

دست ہوں تو (فکر نہ کرو) اللہ انہیں اپنے فضل

سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے

اور علم والا ہے (۳۲)

وَالنِّكَاحُ الْاَدْبَابُ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ
عِبَادِكُمْ وَاَمَّا بَكُمْ اِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يَغْنِمُوْهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِمُ

تفسیر

اسلام معاشرہ کو پاک صاف رکھنے اور بے حیائی سے بچانے کیلئے اصول بیان کرتا ہے، اس آیہ مبارکہ میں اُن عورتوں کے متعلق حکم دیا جا رہا ہے جن کا خاوند نہ ہو وہ کنواری ہیں یا بیوہ یا مطلقہ۔ فرمایا جا رہا ہے ایسی عورتوں کے نکاح کر دو کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے جذبات کو قابو رکھنے میں کس قدر پریشان ہوں گی ایسی خواتین جو شادی شدہ نہیں وہ جذبات سے مجبور ہو کر کسی وقت بھی کوئی غلط قدم اٹھا سکتی ہیں۔

مردوں، عورتوں کو ان کے دوشمن نفس اور شیطان گمراہ کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمان ایسی خواتین یا مردوں کے سلسلہ میں غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔ الایامی، ایم کی جمع ہے جوہر اس مرد و عورت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جس کا نکاح موجود نہ ہو، ایسے مردوں عورتوں کے نکاح کیلئے ان

کے اولیاء کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ ان کے نکاح کا انتظام کریں، ارشاد میں یہ بھی اشارہ ہے کہ لڑکے لڑکیاں اپنے نکاح خود بخود کرنے کے بجائے اپنے اولیاء کے ذریعہ سے کریں اس میں برکت ہوگی۔

ایسی خواتین کو نکاح کے بعد انہیں اپنے گھروں میں بسانے میں دلچسپی لیں اور اپنا فریضہ ادا کریں تا کہ وہ اپنے گھروں میں امن و سکون کے ساتھ رہ سکیں اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملک و ملت کے کام آسکیں۔ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا ایک ارشاد جوانوں کے نام اس طرح ملتا ہے ”اے جوانوں کے گروہ جو تم میں طاقت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے کیونکہ شادی کا عمل اس کی نظر کو پاک کر دے گا اور گناہ سے بچالے گا اور جو شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اُسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا جا رہا ہے اگر تنگ دستی ہو تو پریشان نہ ہوں، اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا وہ بڑی وسعت والا ہے، بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے لوگ غربت کو شادی نہ کرنے کا سبب بنائے رکھتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکی والے دونوں چاہتے ہیں کہ دوسرا گھر ہی صاحب حیثیت ہو تو پھر نکاح کا پروگرام کریں ایسا نہیں چاہئے، نیک اچھا رشتہ مل رہا ہے تو نکاح ہو جانا چاہئے، رہا رزق کا مسئلہ تو وہ اللہ پر بھروسہ کریں وہ چاہے گا تو غربت و فقر کو دور کر دے گا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد اس سلسلہ میں اس طرح ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا جو حکم دیا ہے تم اس کی اطاعت کرو اس نے تمہیں غنی کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اُسے پورا کرے گا۔

ایک اور حدیث شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں کی مدد اپنے ذمہ کرم میں لے رکھی ہے، ایک وہ شخص ہے جو نکاح والا ہے جس کی غرض پاکدامنی ہو، دوسرا وہ مکاتب ہے جو اپنے آزاد ہونے کیلئے زرمکاتبت کا ارادہ رکھتا ہو، تیسرا وہ ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔ آیہ مبارکہ میں ”ان یكونوا فقراء“ میں ان غریب فقیر مسلمانوں کو بشارت دی ہے جو دین کی حفاظت کیلئے نکاح کرنا چاہتے ہیں مگر مالی وسائل آڑے آرہے ہیں ایسے لوگوں کو خوشخبری ہے جب وہ دین کی حفاظت کیلئے

نکاح کرنا چاہتے ہیں تو اللہ انہیں مالی قوت بھی عطا کر دے گا۔ اس آیہ کی تشریح میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم غنی ہونا چاہتے ہو تو نکاح کر لو کہ اللہ فرماتا ہے اگر تم فقیر ہو تو اللہ غنی کر دے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور تمہارے غلاموں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو اگر تمہارے علم میں ان کی بہتری ہو اور انہیں اللہ کے دیئے ہوئے مال سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تمہاری باندیاں اگر پاکدامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تا کہ تم زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو اللہ ان کو بخشے

وَلَيْسْتَ تَعْفِفُ الَّذِينَ لَا يَحْدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ يَبْتِغُونَ الْكِتَابَ مِنَّا فَكَانُوا مُنَافِقِينَ فَمَا يَكْبِتُوهُمْ إِنَّا عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَالَّذِينَ هُمْ قَالُوا اللَّهُ الَّذِي اشْكُمُ وَلَا تَكْرَهُوا فَتَيَّبَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَعُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْنُمْ فَانَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ أَعْيُنِنَا غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۳﴾

والا ہے بے حد رحیم ہے (۳۳)

صَلَّى
الْحَطْمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر ان کے پاس نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو وہ اپنی پاکیزگی برقرار رکھیں حتیٰ کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے اور ان کیلئے ایسے اسباب مہیا ہو جائیں کہ وہ نکاح کر سکیں، جس شخص میں نکاح کی طاقت ہے اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ نکاح کرے اور بدکاری سے بچے نیز اس آیہ میں فرمایا گیا کہ تمہارے غلاموں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو، اگر تمہارے علم میں ان کی بہتری ہو اور تم انہیں اللہ کے دیئے ہوئے مال سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے، غلام

کو آزاد کرنا بھی غلامی کو ختم کرنے کی ایک صورت ہے اگر کوئی غلام سے کہتا ہے تو اتنی رقم مجھے دے دے تو تو آزاد ہے یہ مکاتبت ہے اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔

اس آئیہ کریمہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ تمہاری باندیاں اگر پاکدامن رہنا چاہتی ہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تا کہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھاؤ اور اگر کوئی انہیں مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان باندیوں کو بہت بخشے والا ہے اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آئیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک انصاری کی باندی تھی اُس نے کہا میرا مالک مجھے زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے تو اس موقع پر یہ آئیہ پاک اُتری۔ اس آئیہ کے اُترنے کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، عبد اللہ ابن ابی کی ایک باندی تھی جو زنا کرتی تھی، جب اسلام نے زنا کو حرام کیا تو ابن ابی نے اس سے کہا کیا تم اب زنا نہیں کرو گی، اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں اب یہ برا فعل نہیں کروں گی۔ اس موقع پر یہ آئیہ پاک اُتری، زُہری نے اس کے اُترنے کا سبب ایک واقعہ اور بیان کیا ہے، جنگ بدر میں قریش کا ایک شخص قید ہو گیا یہ قیدی عبد اللہ ابن ابی کے گھر میں رہتا تھا اور عبد اللہ کی ایک باندی تھی وہ قیدی اس سے زنا چاہتا تھا وہ باندی مسلمان تھی وہ برا کرنے سے روکتی تھی، عبد اللہ بن ابی اُسے مارتا تھا اور زنا پر مجبور کرتا تھا کیونکہ اُسے اُمید تھی کہ وہ باندی اس قیدی سے حاملہ ہو جائے گی اور عبد اللہ بن ابی اسے قیدی سے اس بچے کا فدیہ طلب کرے گا اس موقع پر یہ آئیہ پاک نازل ہوئی، آئیہ کریمہ سے پتہ چل رہا ہے دور جاہلیت میں اخلاقی قدروں کا کس قدر فقدان تھا، عرب کے مال دار رئیس کس قدر بری حرکات کے مرتکب ہوتے تھے، باندیوں سے بُرے کام کرواتے نہ شرماتے تھے۔ یہاں تک کہ الگ مکان بنا کر انہیں وہاں رکھا جاتا اور نشانی کے طور پر جھنڈا لگایا جاتا کہ لوگ اس گناہ کی طرف مائل ہوں اور اس کا روبرو کو فروغ دیتے اور زنا کے گندے کام کو برا نہ جانتے تھے۔ یثرب کا عظیم دولت مند عبد اللہ بن ابی تھا اُس و خزر ج اسے اپنا بادشاہ مقرر کرنے والے تھے یہ سب سے بڑا حرام کار تھا،

اس نے اپنے چکلہ میں چھ نو جوان لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں جن کے ذریعہ رقم کماتا تھا اگر کوئی زنا نہ کرتی تو اسے سزا دیتا تھا۔ اس آئیہ مبارکہ میں ایسے بدکار لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا لَكُمْ اٰیٰتٍ مُّبٰیْنٰتٍ وَمَثَلًا
مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً
لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۳﴾

اور بے شک ہم نے تمہاری طرف واضح آیات
نازل کیں اور ان لوگوں کی مثالیں بیان کیں جو
تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہم نے متقین کیلئے
نصیحت نازل کی ہے (۳۳)

صَدَقَ
الْحَقُّ

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں برائیوں سے بچنے کے احکام نازل فرمائے گئے اور وہ ارشادات اس قدر واضح اور کھلے ہیں کہ کسی بھی شخص کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ یہ کہے یہ احکام میں سمجھ نہیں سکا، ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ اس قدر واضح کھلے ارشادات کے ہوتے بھی تم نے ہدایت حاصل نہ کی اور برائیوں سے بچ نہ سکے تو یہ تمہارا اپنا قصور ہوگا، قدرت کی طرف سے تمہاری اصلاح کیلئے کوئی کمی نہ چھوڑی گئی۔

اس آئیہ کریمہ میں رب قدوس جل مجدہ نے قرآن مقدس کی تین صفات مبارکہ کا ذکر فرمایا ہے، پہلی صفت یہ فرمائی کہ اس پاک کتاب کی آیات و احکام اس قدر واضح اور کھلے ہیں کہ کوئی شخص یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ ان احکام کو میں سمجھ ہی نہیں سکا۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو محض بہانہ ہے حقیقت نہیں، دوسری صفت یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اس کتاب میں تم سے پہلے لوگوں کی مثالیں بیان کی گئی ہیں، جیسے پہلی کتب سماویہ میں واضح احکام تھے ایسے ہی اس کتاب میں بھی واضح اور کھلے ہیں۔ تیسری صفت یہ فرمائی گئی ہے کہ یہ کتاب پرہیز گاروں کیلئے نصیحت ہے اگرچہ یہ کتاب تمام انسانوں کیلئے نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف پرہیز گار ہی ہیں، اس لئے خصوصیت سے ذکر فرمادیا گیا۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ
كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي
زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ
يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ
وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ
تَكُنْ سَهْ نَارٌ تُوْرَعَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ
لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ
الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ

صَلَّى
الْعِظَمِ

اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اس کے نور کی
مثال ایسے طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو
وہ چراغ ایک فانوس میں ہو وہ فانوس ایک
روشن ستارے کی مانند ہو وہ چراغ برکت والے
زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے وہ
(درخت) نہ مشرقی ہے نہ مغربی عنقریب اس کا
تیل خود ہی بھڑک اُٹھے گا خواہ اُسے آگ نہ
چھوئے وہ نور بالائے نور ہے اللہ جسے چاہے
اُسے نور تک ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کو
سمجھانے کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر
چیز کو خوب جاننے والا ہے (۳۵)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں مشکوٰۃ سے مراد حضور کا سینہ مبارک ہے اور زجاجہ سے مراد قلب انور ہے، مصباح سے
مراد نبوت ہے، یعنی حضور ﷺ کا نور اور آپ کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود عیاں ہو رہی ہے، حضور ﷺ
کی رفعت شان اعلان نبوت سے پہلے ہی ظاہر تھی۔ حضور ﷺ کے وہ واقعات جو اعلان نبوت سے پہلے ہی
واضح تھے مثلاً اعلان نبوت سے پہلے آپ کے بچپن کا واقعہ ہے علاقہ میں قحط پڑ گیا، جناب ابوطالب دعا
کرنے کیلئے حرم شریف میں آئے اور حضور ﷺ اُن کے ساتھ تھے، حضور علیہ السلام کی طرف انگلی سے
اشارہ کیا اور دعا مانگی اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان نہ تھا دعا مانگتے ہی بادل گھر آیا، بارش خوب ہوئی،
وادیاں بہہ گئیں اسی واقعہ کی طرف ابوطالب نے اشارہ کیا ہے،

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة لا رامل

یعنی اسی وقت وادیاں بہنے لگیں وہ حسن و جمال والا جس کے چمکتے چہرے کے صدقے بادل کی التجا کی جاتی ہے وہ یتیموں کا آسرا اور بیوہ عورتوں کی ناموس کا محافظ ہے۔

”لا شریقہ ولا غریبہ“ میں واضح ہے کہ یہ محبوب کسی ایک مکان کا قیدی نہیں، مشرق و مغرب سب کیلئے رحمت کا کھلا دروازہ ہے، اس قسم کے بہت سے واقعات جو صحیح روایات سے ثابت ہیں جن کو شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں اور دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔ دوسری تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ یہ مومن کی مثال ہے، مشکوٰۃ اس کا نفس ہے، زجاجہ اس کا سینہ ہے، مصباح نور ایمان اور نور قرآن ہے۔ شجرہ مبارکہ سے مراد اخلاص ہے، حسن بصری اور ابن زید کہتے ہیں یہ قرآن کی مثال ہے، مصباح سے مراد قرآن پاک ہے جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے ایسے ہی قرآن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، زجاجہ سے مراد قلب مومن ہے مشکوٰۃ سے مراد اس کا منہ ہے اور شجرہ مبارکہ سے مراد اس کی وحی ہے۔ سب سے پہلی تفسیر ہی واضح اور نمایاں ہے، کعب احبار کہتے ہیں آیہ پاک میں تیل سے مراد حضور ﷺ کا نور ہے اور آپ اپنی مقدس ذات میں اس قدر کامل تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں آپ پر قرآن پاک نازل نہ بھی ہوتا تب بھی آپ کی نبوت عالم میں آشکارا ہوتی۔ اس آیہ پاک میں بھی فرمایا گیا، عنقریب اس کا تیل خود ہی بھڑک اُٹھے گا خواہ اُسے آگ نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے جسے چاہے اپنے نور تک ہدایت دیتا ہے۔ (اس آیہ مبارکہ میں مزید غور مطلوب ہو تو تفسیر مظہری، ابن کثیر کا مطالعہ مفید رہے گا۔)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

فِي بُيُوتِ أَذْنِ اللَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَيَذْكُرَ
فِيهَا اسْمُ رَبِّكَ فِيهَا بِالْعَدُوِّ وَالْأَصْلِ
رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ
ذِكْرِ اللَّهِ وَاقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا
الزَّكَاةَ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ
الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۚ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ
أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ
وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

لللہ
صلی اللہ علیہ
والعظیم

جن گھروں کے بلند کئے جانے اور ان میں اس
کے نام کا ذکر کئے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے
ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں (۳۶)
وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر
اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں
کرتی وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور
آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گے (۳۷) تاکہ اللہ
ان کو ان کے بہترین کاموں کی جزا دے اور اپنے
فضل سے انہیں زیادہ عطا فرمائے اور اللہ جس کو
چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے (۳۸)

تفسیر

بھولی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے نور اور ہدایت کا ذکر ہوا ہے اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ اس
نور و ہدایت کے ملنے کی جگہ وہ بیوت و مکانات ہیں جہاں صبح و شام اللہ کا ذکر ہوتا ہے اس کا نام لیا جاتا ہے۔
قرطبی نے اسی بات کو مضبوط کرنے کیلئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پیش کی ہے۔ حضور
ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا
چاہتا ہے اُسے چاہئے میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو صحابہ سے محبت چاہتا ہے اُسے چاہئے قرآن پاک
سے محبت کرے اور جو قرآن پاک سے محبت چاہتا ہے، اُسے چاہئے مسجدوں سے محبت کرے کہ وہ اللہ کے
گھر ہیں اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور اس میں برکت رکھی ہے وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے
والے بھی بابرکت ہیں وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ (قرطبی)

مسجدوں کو بلند کرنے کی اجازت دینے سے مراد ان کی تعظیم کرنا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بلند کرنے کے حکم میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں میں لغو کام کرنے اور لغوبات کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

عکرمہ و مجاہد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”ترفع“ سے مراد مسجدوں کا بنانا ہے جیسے قرآن مقدس نے فرمایا ”واذ یرفع ابراہیم القواعد من البيت“ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں، رفع مساجد سے مراد ان کی تعظیم ہے انہیں نجاست سے گندگی سے پاک صاف کرنا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد سے گندگی کو نکالا اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں مسجدیں بناؤ، اپنی نماز کی جگہیں مخصوص کرو اور ان جگہوں کو پاک صاف رکھو، مساجد کو بلند کرنے کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی شان و شوکت کو واضح کرو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر میں لکڑی لگا کر مسجد کو خوبصورت بنایا تھا، ولید بن ملک نے اپنے زمانہ خلافت میں دمشق کی جامع مسجد میں ملک شام کی آمدنی سے تین گناہ زیادہ مال خرچ کیا تھا مساجد کے فضائل میں بہت سی احادیث و روایات وارد ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کر کے فرض نماز کیلئے مسجد کی طرف نکلا اس کا ثواب اس جیسا ہے جو احرام باندھ کر حج کیلئے گھر سے نکلا۔

مسلم شریف کی حدیث میں موجود ہے، جو رات کو اندھیرے میں مساجد کی طرف جاتے ہیں انہیں قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری سنا دیجئے۔ آیہ مبارکہ میں بیوت کا لفظ واضح کرتا ہے وہ مکانات جو تعلیم قرآن یا وعظ و نصیحت کیلئے بنائے گئے ہیں جیسے مدارس خانقاہیں وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں کہ ان کا احترام کیا جائے، ”یذکر فیہا اسمہ“ میں تمام قسم کی تسبیح تحمید نماز تلاوت و وعظ و نصیحت سب شامل ہیں، رجال کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ مساجد کی حاضری دراصل مردوں کیلئے ہے، عورتوں کی نماز ان کے گھروں

میں افضل ہے، رجال فرما کر اللہ کے نیک بندوں کا ذکر کرنا ہے، جنہیں مساجد میں آنے اور ذکر اللہ کرنے سے کوئی دوسری مصروفیت آڑے نہیں آتی، تجارت کا ذکر کرنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے صحابہ کرام کا کاروباری معاملہ زیادہ تر تجارتی تھا، مساجد کو آباد کرنے والے مومنین کے بارہ میں فرمایا گیا کہ وہ عبادت میں مصروف ہونے کے باوجود بے خوف نہیں ہوتے تھے بلکہ قیامت کے حساب کا خوف ان پر مسلط رہتا ہے اور یہ اس نور ہدایت کا کمال ہے جو اللہ کی طرف سے انہیں عطا ہوا ہے۔ آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا، اللہ انہیں ان کے عمل کی بہترین جزا دے گا، اللہ تعالیٰ کسی قانون کا پابند نہیں نہ اس کے خزانے میں کمی ہے جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرمادے، یہاں تک کہ مومنین کے سینے نور ہدایت کے خزینے ہوتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اور کافروں کے اعمال ہموار زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی مثل ہیں جس کو پیاسا دور سے پانی گمان کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے، تو اس کو کچھ بھی نہیں پاتا اور وہ اللہ کو اپنے قریب پاتا ہے جو اس کو پورا حساب چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۳۹) یا (ان کے اعمال) گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مثل ہیں جن کو موج بالائے موج ڈھانپے ہوئے ہے اس کے اوپر بادل اس کے بعض اندھیرے بعض سے زیادہ ہیں جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو دیکھ نہ سکے اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے تو اس کیلئے کوئی نور نہیں (۴۰)

وَالَّذِينَ كَفَرُواْ اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَّحْسِبُ الظَّالِمَانُ مَاءً حَتّٰى اِذَا جَآءَهُ لَحْمٌ يَّخْدَرُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهُ عِندَهُ فَوْقَهُ حِسَابًا وَّاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ
اَوْ كَظُلُمٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَبَاطٌ طَلُمْتُ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ يَدَاہٖ لَمْ یَکْدِرْہَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرِ ۝

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں مومنوں کے اعمال کی مثال بیان فرمائی گئی تھی اس آیہ کریمہ میں کفار کے اعمال کی مثال بیان فرمائی جا رہی ہے اس آیہ پاک کے اُترنے کا سبب یہ بنا، شیبہ بن ربیعہ نے دین کی طلب میں رہبانیت اختیار کر لی، جب حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے تو وہ کافر ہو گیا، اسلام کی جلوہ گری سے قبل نصاریٰ میں رہبانیت پائی جاتی تھی، خدا کو پانے کیلئے گھربار، بال بچے، ماں باپ کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل چلے جانے اور خدا سے ملنے کی اُمید رکھتے۔

اسلام نے رہبانیت کی مخالفت کی، ”لا رہبانیت فی الاسلام“ چونکہ اس صورت میں معاملات برباد ہوتے ہیں، خدا تک پہنچنے کیلئے عبادت کے ساتھ معاملات کو نبھانا بھی ضروری ہے دوپہر کے وقت ریگستان میں چمکتی ہوئی ریت پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے، اسے سراب کہتے ہیں، ریگستانی مسافر کو دور سے چمکتی ہوئی ریت پانی معلوم ہوتی ہے، اور جب وہ قریب پہنچتا ہے تو وہاں پانی نہیں ہوتا۔ کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ کے ہاں انہیں نفع پہنچائیں گے، لیکن آخرت میں پہنچیں گے تو ان کے اعمال ان کو کوئی نفع نہیں دے سکیں گے بلکہ عذاب کا سبب بنیں گے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں کفار کے اعمال کی دوسری مثال ارشاد فرمائی گئی یا ان کے اعمال گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مثل ہیں، جن کو موج بالائے موج ڈھانپے ہوئے ہے، ہاتھ کو ہاتھ سمجھاتی نہیں دیتا، یعنی بعض تاریکیاں بعض سے زیادہ ہیں اس سے مراد بادلوں کی تاریکی رات کی تاریکی اور سمندر کی تاریکی ہے یا اس سے مراد بہت زیادہ تاریکی ہے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے تاریکیوں سے مراد کفار کے اعمال ہیں اور سمندر کی گہرائی سے مراد کفار کے قلوب ہیں اور موج بالائے موج سے مراد جہالت کے اندھیرے ہیں جو کفار کے دلوں پر چھائے ہوئے ہیں اور بادلوں سے مراد ان کے دلوں کا زنگ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سمندر کے گہرے پانی کے اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ

سجھائی نہیں دیتا ایسے ہی کافر اپنے دل سے نور ایمان کا ادراک نہیں کر سکتا۔ آخر میں فرمایا گیا جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کیلئے کوئی نور نہیں، ہدایت یافتہ وہی ہو سکتا ہے جس کی دستگیری توفیق الہی کرے، عقل علم اس کی توفیق کے بغیر بے فائدہ ہیں، کوئی شخص عطاء الہی کے بغیر عالم مبصر نہیں ہو سکتا، بہت سے آدمی دنیا کے کاموں میں بے خبر سمجھے جاتے ہیں مگر آخرت کے معاملہ میں کامیاب ثابت ہوتے ہیں، ایسے بے شمار لوگ جو دنیا کے کاموں میں ماہر مانے جاتے ہیں آخرت کے معاملہ میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے اور صف بہ صف اُرنے والے بیشک اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں، ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے (۴۱) اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے (۴۲) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے پھر ان کو باہم جوڑ لیتا ہے پھر ان کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان سے بارش ہوتی ہے اور اللہ آسمان کی طرف سے پہاڑوں سے اولے نازل فرماتا ہے سو وہ جس پر چاہے ان اولوں کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْخَرُ لَهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صَقِیْتُ كُلُّ قَدْ عَلِمَ
صَلٰةً وَتَسْبِیْحًا ۗ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَ اِلٰی اللّٰهِ
الْمَصِیْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُرْجِیْ سَحَابًا
ثُمَّ یُوَلِّفُ بَیْنَهُ ثُمَّ یَجْعَلُ رُكًا ۚ فَاَنزَلَ
الْوَدْقَ فَیَخْرُجُ مِنْ خَلْقٍ ۚ وَیَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ
مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْ بَرَدٍ فِیْصِیْبُ بِ
مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَیَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ یَّشَآءُ
ۚ یَكَادُ سَنَا بَرْقٍ یُّذْهِبُ بِالْاَبْصَارِ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ بجلی کی چمک آنکھوں
کی بینائی لے جائے (۴۳)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں خطاب تو نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس سے مراد تمام انسان ہیں کہ یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ تمام آسمان والے اور زمینوں والے اور صف بہ صف اڑنے والے (پرندے) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے یعنی کائنات کی ہر مخلوق اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ حضرت سفیان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کو جس جس کام کیلئے پیدا فرمایا ہے وہ برابر اس پر لگا ہوا ہے اس سے سرمو خلاف نہیں کرتا، اسی اطاعت کو تسبیح فرمایا ہے۔ زختری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کے اندر اتنا فہم و شعور رکھا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے، اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ ہر مخلوق کو خاص قسم کی تسبیح سکھا دی ہو جس میں وہ مشغول رہے۔

”قد علم صلاتہ“ کے ارشاد سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی تسبیح میں مصروف ہے مگر طریقہ مختلف ہے فرشتوں کا طریقہ اور ہے، انسانوں کا اور، نباتات کسی اور طریقہ سے عبادت کرتے ہیں۔ قرآن مقدس نے اسی عنوان کو دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ”اعطی کل شیء خلقہ ثم ہدیٰ“ ہر چیز کو پیدا کیا پھر اُسے ہدایت دی وہ ہدایت یہی ہے کہ ہر وقت اللہ کی اطاعت میں رہے، اپنے ذمہ کی ڈیوٹی پوری کر رہی ہے پھر اس کی اپنی ضروریات زندگی کے متعلق بھی اس کو ایسی ہدایت دی کہ بڑے بڑے عقلمند حیرت میں آجاتے ہیں کہ مختلف جانور اپنے رہنے سہنے کیلئے کیسے کیسے گھونسلے بناتے ہیں اور اپنی غذا حاصل کرنے میں کیسی کیسی تدبیریں کرتے ہیں۔ درختوں سے لٹکتا ہوا چڑیا کا گھونسلہ حیران کن ہے کوئی قابل انجینئر بھی نہیں بنا سکتا، گھاس پھوس سے اس طرح تیار کیا جاتا ہے اس کا کھولنا ہی مشکل مسئلہ ہے دیہاتی خواتین اس سے برتن صاف کرتی ہیں، عرصہ تک کام دیتا ہے خراب ہی نہیں ہوتا۔ شہد کی مکھیوں کا معاملہ دیکھ

لیجئے وہ آٹھ پہلوؤں والا کمرہ تیار کرتی ہیں، اس کمرے کی تعمیر کا انداز ایسا لا جواب ہے کوئی بڑے سے بڑا انجینئر بھی نہیں بنا سکتا، یعسوب نامی مکھی ان پر حکومت کرتی ہے اگر کوئی مکھی زہریلے پھل کو چوس لاتی ہے تو اُسے یعسوب کے حکم سے مار دیا جاتا ہے، چھتوں کے نیچے بہت سے کٹے سر نظر آتے ہیں اس چھتے میں باقاعدہ لیبارٹری کا نظام ہے جس میں لائے گئے رس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ سانپ کی بل کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے آگے جا کر دو الگ الگ خانے ہیں ایک کمرہ زکیلیئے ہے، دوسرا مادہ کیلیئے۔ مکڑی کے جالا کا جائزہ لیا جائے وہ کس قدر لا جواب ہے غرضیکہ ساری مخلوق کو بتا دیا گیا ہے کہ وہ کیسے اپنی زندگی گزارے۔ جمادات، نباتات، حیوانات کے اندر کسی حد تک سوجھ بوجھ کا احساس ہونا مختلف روایات سے ملتا ہے۔ ابو جہل کے ہاتھ میں کنکروں کا کلمہ پڑھنا واضح دلیل ہے۔ حضور ﷺ کے فراق میں ستون کا رونا، حضور ﷺ سے باتیں کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ پہاڑ پر گئے ہیں تو پہاڑ ہلنے لگا، حضور ﷺ فرماتے ہیں ٹھہر جا تجھ پر نبی ہے صدیق ہے اور شہید ہے۔ ایسی بہت سی روایات ملتی ہیں جب بولنا ثابت ہے تو اللہ کی تسبیح پڑھنے میں کیا مشکل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور ثبوت پیش فرماتا ہے کہ وہ بادلوں کو آہستہ آہستہ لے جاتا ہے پھر ان کو جوڑتا ہے، پھر تہہ بہ تہہ کرتا ہے اس سے بارش نکلتی ہے اور آسمان سے برف اُتارتا ہے جو پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتی ہے پھر جسے چاہتا ہے نقصان پہنچاتا ہے، قریب ہے کہ بجلی کی چمک آنکھوں کو ضائع کر دے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اللہ دن اور رات بدلتا رہتا ہے بے شک اس میں غور کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے (۴۴) اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ان سے بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان میں سے بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں اور ان میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۴۵) بے شک ہم نے واضح بیان کرنے والی آیات نازل کیں اور اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے (۴۶)

يَقْلِبُ اللَّهُ الْكَيْلَ وَالتَّهَارُوتَ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۚ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّا فِیْہُمْ مِّن يَّشِیْ عَلَى بَطْنٍ ۚ وَفِیْہُمْ مِّن يَّشِیْ عَلَى رِجْلَیْن ۚ وَفِیْہُمْ مِّن يَّشِیْ عَلَى أَرْبَعٍ یَّخْلُقُ اللَّهُ مَا یَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آیٰتٍ مُّبِیِّنٰتٍ ۚ وَاللَّهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ ۝

اللہ
الْعَظِیْمُ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس نے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر ایک اور انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ دن اور رات بدلتا رہتا ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات، کبھی موسم سرد ہے تو کبھی گرم ہے، اس تبدیلی میں اللہ کے وجود اور اس کی توحید پر نشانیاں ہیں جن سے اللہ کے قادر مطلق ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اگلی آیہ پاک میں اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور انداز میں ذکر فرمایا کہ زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا فرمایا، اس سے مراد نطفہ ہے یعنی اکثر جانوروں کو نطفہ سے پیدا فرمایا بعض حیوانات نطفہ سے نہیں، جنات اور فرشتے اس حکم میں داخل نہیں۔ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی سے پیدا فرمائے گئے، حضرت حوا علیہا السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں، عیسیٰ علیہ السلام جبریل کی پھونک سے، بعض جانور پیٹ کے بل ریگتے ہیں جیسے سانپ اور حشرات الارض، بعض دو ٹانگوں پر جیسے انسان اور پرندے،

بعض چارٹاگوں پر جیسے چوپائے۔

اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا فرماتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے یہ اس کی عظیم قدرت ہے اور اُسے کوئی شے عاجز کرنے والی نہیں اور پھر فرمایا ہم نے واضح بیان کرنے والی آیات اُتاریں جو ایک خالق ہونے پر دلالت کرتی ہیں، آیات میں رشد و ہدایت کا واضح ذکر ہے جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اللہ اس میں نیکی کے جذبات پیدا کر دیتا ہے اور جو شخص برائی کا ارادہ کرتا ہے اس میں اللہ برائی پیدا فرما دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اور وہ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ پیٹھ پھیر لیتا ہے اور ایمان لانے والے تھے ہی نہیں (۴۷) اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں تو اس وقت ان میں سے ایک فریق اعراض کرنے والا ہوتا ہے (۴۸) اور اگر ان کے حق میں فیصلہ ہو تو وہ آپ کی فرمانبرداری کرتے چلے آتے ہیں (۴۹) کیا ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے (معاذ اللہ) بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں (۵۰)

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعْنَا
ثُمَّ يَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَمَا اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْا
اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ لِيَحْكُمَ بَیْنَہُمْ اِذَا
فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ یَّکُنْ
لَّہُمْ اَلْحَقُّ یَأْتُوْا اِلَیْہٖ مُّذْعِنِیْنَ ﴿۴۹﴾
اَفِیْ قُلُوْبِہُمْ مَّرَضٌ اَمْ اُرْتَابُوْا اَمْ یَخَافُوْنَ
اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْہُمْ وَرَسُوْلُہٗۤ بَلْ
اُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

صَلَّى
الْعَظَمِیْمَ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا یہودی نے بشر سے کہا چلو یہ تنازع رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلتے ہیں وہ جو فیصلہ کر دیں اسی پر عمل کر لیا جائے گا معلوم ہوتا ہے یہودی کے دل میں یہ بات تھی کہ حضور جو بھی فیصلہ کریں گے حق ہو گا یہ یہودی حضور کی نبوت کا قائل تو نہیں تھا مگر آپ کی دیانت، امانت اور حق فیصلوں کا قائل تھا۔ عام کفار نے بھی حضور ﷺ کو الامین، صادق الوعد کے لفظوں سے یاد کیا ہے اور یہ بات آپ کی صداقت کی واضح اور کھلی دلیل ہے، بشر نامی منافق نے حضور علیہ السلام سے فیصلہ کرانے کی مخالفت کر دی کہ مخلص نہ تھا یہ بات اسے معلوم تھی حضور کے ہاں کسی قسم کی سفارش نہ چل سکے گی، بشر نے کہا نہیں حضور سے نہیں کعب بن اشرف سے فیصلہ کرو اتے ہیں، اس وقت یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں بشر اور اس کے ہم قماش لوگ جب انہیں حضور کی طرف فیصلہ کیلئے بلایا جائے اور وہ نہ آئیں تو وہ سمجھ لیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور وہ لوگ ایمان کے دعویٰ میں سراسر جھوٹے ہیں، ایسے لوگ حضور کے زمانہ میں ہوں یا قیامت تک بعد میں آنے والے ہوں، ایسے لوگ محض دکھاوے کے مسلمان ہیں، بشر محض دکھاوے کا مسلمان تھا، اُسے حقیقی مسلمان ہونے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ فرمایا گیا جب انہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جائے اور وہ نہ آئیں تو وہ سمجھ لیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور وہ لوگ ایمان کے دعویٰ میں سراسر جھوٹے ہیں۔ ایسے لوگ حضور کے زمانہ میں ہوں یا قیامت تک بعد میں آنے والے ہوں، ایسے لوگ محض دکھاوے کے مسلمان ہیں، بشر محض دکھاوے کا مسلمان تھا اُسے حقیقی مسلمان ہونے سے کوئی تعلق نہ تھا فرمایا گیا جب انہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اس وقت یہ جماعت روگردانی کرنے لگ جاتی ہے اگر فیصلہ ان کے حق میں ہو تو بھاگے چلے آتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔

فرمایا گیا کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ لوگ شک کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم

کرے گا، حقیقت یہ ہے کہ خود ہی ظالم ہیں، جب فیصلہ میں ان کا مفاد ہو تو حضور کی طرف دوڑتے ہیں جب فیصلہ میں اپنا نقصان جانیں تو انکار کر دیتے ہیں، یہ لوگ ظالم ہیں کہ حق سے انکار کر دیتے ہیں۔ حسن بن ابی الحسن فرماتے ہیں یہ حکم عام ہے اگر کسی کو مسلمان حاکم کے پاس فیصلہ کیلئے بلایا گیا اور وہ نہیں گیا تو وہ ظالم ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور جب مومنوں کو بلایا جائے تاکہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کو یہی کہنا چاہئے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (۵۱) اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں (۵۲)

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱
وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهُ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ۝۵۲

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیت کریمہ میں ایمانداروں کے عجز و اطاعت کا ذکر فرمایا گیا جب بھی انہیں خدا اور مصطفیٰ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ خدا و مصطفیٰ کا فیصلہ سنیں تو وہ بغیر کسی بحث و تمحیص کے اور بغیر کسی اختلاف کے جھٹ کھد دیتے ہیں ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔ آخر میں فرمایا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اگلی آیت کریمہ میں اسی عنوان کو ایک دوسرے انداز میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں وہی کامیاب ہونے

والے ہیں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی اطاعت کی خبر دی ہے کہ اگر خدا و مصطفیٰ کا حکم طبیعت پر ناگوار بھی گزرے، تب بھی مومن یہی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کر لی۔ امام بغوی نے فرمایا یہ خبر نہیں بلکہ اس آیہ میں حکم ہے کہ مومنوں کو ایسا کہنا چاہئے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے آپ اللہ کا حکم سنانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے، آپ نے اپنی وفات کے وقت لوگوں کو فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں، تمہارے فرائض کیا ہیں فرمایا امیر کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا تم پر لازم ہے۔ تم پر یہ بھی لازم ہے کہ زبان کو عدل کے ساتھ قائم رکھو، امیر کے حکم کی نافرمانی صرف اسی صورت میں ہے کہ تمہیں خدا کے حکم کی نافرمانی کا کہے، اگر وہ خدا کے کلمہ کی نافرمانی کا کہتا ہے تو کتاب اللہ کے فیصلہ کی پابندی کرنا۔

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں اسلام صرف اللہ کی اطاعت میں ہے اور خیر صرف جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے اور خیر خواہی صرف اللہ تعالیٰ اس کے رسول، خلیفہ اور عام مسلمانوں کیلئے ہے۔ برکت کامیابی اور فتح مندی سے مشرف وہی ہوگا جو اس آیہ میں بیان کئے گئے طریقہ کو اپنائے گا۔ ایک موقع پر عمر فاروق مسجد میں کھڑے ہیں ایک دیہاتی نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے کس بات نے اسلام کی طرف مائل کیا اس نے کہا میں نے ایک قیدی کو ایک ایسی آیت پڑھتے سنا جس میں وہ تمام چیزیں جمع کر دی گئی ہیں جو تورات، انجیل، زبور میں موجود ہیں۔ آپ نے پوچھا وہ کنسی آیہ ہے، اس دیہاتی نے یہی آیہ مبارکہ پڑھ کر سنائی، اس کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور ﷺ نے فرمایا میں جامع کلمات دیا گیا ہوں، جن کے الفاظ مختصر اور معانی زیادہ وسیع ہوں (قرطبی)

پھر اس دیہاتی نے تشریح بھی کی جو شخص فرائض میں اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور سنتوں میں اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور کی غلطیوں کو دیکھتے خدا سے ڈرتا ہے یہی لوگ کامیاب ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ جَمِيعًا ۚ لِيُنَازِلَ لَكُمْ لِكْرَهُمْ أَيُّهُمْ أَشَدُّ مُرَدِّيًا ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ وَفَّاهُم مَّا أُوعِدُوا ۚ وَكَذَّبُوا بِعَهْدِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۲﴾
 قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۳﴾

للہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

اور انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں اٹھائیں کہ آپ
 انہیں جہاد کا حکم دیں گے تو وہ ضرور نکلیں گے
 آپ کہتے تم قسمیں نہ اٹھاؤ تمہاری اطاعت
 معلوم ہے بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبر
 رکھنے والا ہے (۵۳) آپ کہتے اللہ کی اطاعت
 کرو اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم نے
 روگردانی کی تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو ان پر
 لازم کیا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر
 لازم کیا گیا ہے اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو
 ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف
 احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے (۵۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کی ایک غلطی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کو مطمئن کرنے کیلئے
 جھوٹی قسمیں اٹھا کر کہتے ہیں حضور! آپ کا ہر حکم ہمارے لئے سر آنکھوں پر، اگر آپ حکم دیں تو ہم اپنا
 سارا گھربار چھوڑ کر جنگ میں جانے کیلئے تیار ہیں، آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی ہم سر سے پاؤں تک تعمیل ارشاد
 کرنے میں حاضر ہیں۔ رب ذوالجلال اپنے محبوب کریم کو فرماتا ہے کہ انہیں کہہ دیں، قسمیں اٹھانے کی
 ضرورت نہیں، تمہاری وفاداریاں پہلے سے معلوم ہیں، جب جنگ کا وقت آئے گا تو تم منہ پھیر لو گے، بہانہ
 سازی سے کام لو گے آپ کہہ دیں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا حکم مانو اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے
 ذمہ اتنا ہی ہے جو ان پر لازم کیا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے اگر اطاعت کرو گے

تو ہدایت پاؤ گے، رسول کے ذمہ تو اتنا ہی ہے کہ وہ صاف صاف پیغام حق پہنچادیں۔

اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ منافقین کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، طاعت معروفہ کا معنی یہ ہے کہ تمہاری باتیں ساری غلط ہیں اور محض جھوٹ ہیں، تمہیں اطاعت کرنی ہے تو اخلاص سے کرو تمہارا عمل تمہاری قسموں کی مخالفت کرتا ہے۔

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کیا ہے بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیا علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم بنی اسرائیل کو وعظ سناؤ، اللہ تعالیٰ اپنے ایک امر کی تدبیر کرنے والا ہے وہ جنگلوں کو آباد کرنا صحراؤں کو سرسبز کرنا چاہتا ہے وہ فقیروں کو غنی کر دے گا، چرواہوں کو سلطان بنا دے گا، ان پڑھ لوگوں میں ایک امی کو نبی بنا کر بھیجے گا، جو بدگو ہوگا نہ بد اخلاق، نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہوگا وہ مسکین صفت اور متواضع ہوگا، میں اس کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجوں گا، اس کی زبان صادق ہوگی اس کے سبب اندھی آنکھیں روشن ہوں گی، بہرے کان سننے لگیں گے، ہر نیک کام اُس سے سنواروں گا، ہر خلق کریم سے سرفراز کروں گا اس کا لباس سیکنہ ہوگی، تقویٰ اس کا ضمیر ہوگا، حکمت اس کی گفتگو ہوگی، صدق و صفا اس کی طبیعت ہوگی، عفو و درگزر کرنا اس کی عادت ہوگی، حق اس کی شریعت ہوگی عدل اس کی سیرت ہوگی، اس کا نام احمد ہوگا، اس کے ذریعہ گمراہی کے بعد ہدایت پھیلا دوں گا، نقص کمال سے بدل جائے گا، فقر تو نگری میں تبدیل ہوگا، اس کی وجہ سے ایک دوسرے سے کٹے ہوئے لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس کی اُمت کے لوگ موحد ہوں گے، مومن ہوں گے، مخلص ہوں گے اس کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل ہوگی، اور لوگوں کیلئے نفع بخش ہوگی، اللہ کے جتنے رسول اللہ کے پاس سے جو کچھ لاتے ہیں وہ ان سب پر ایمان لائیں گے اور کسی کا انکار نہیں کریں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَا تُبَدِّلَنَّهُمْ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
العظمیٰ

اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے کہ وہ ان کو ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ضرور اُن کے اس دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کیلئے پسند فرمایا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا وہ لوگ جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ

فاسق ہیں (۵۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضور ﷺ اعلان نبوت کے بعد دس سال تک مکہ مکرمہ میں رہے پھر مدینہ منورہ ہجرت کا حکم ملا، یہاں بھی مشرکین کے حملوں سے خطرہ رہتا، حضور ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ کبھی ایسا وقت بھی آئے گا کہ ہم اطمینان کے ساتھ رہ سکیں گے، حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے اس پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اس نے اُمت محمدیہ کے وجود میں آنے سے پہلے تورات و انجیل میں فرمایا تھا، ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے، پہلا وعدہ یہ ہے کہ آپ کی اُمت کو زمین کے خلفاء و

حکمران بنایا جائے گا، دوسرا وعدہ یہ ہے کہ اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کو غالب کیا جائے گا، تیسرا وعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اتنی قوت و شوکت دی جائے گی کہ دشمنوں کا خوف نہ رہے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرمادیا کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ہی مکہ، بحرین اور پورا جزیرۃ العرب اور پورا ملک یمن فتح ہوا۔ ہجر کے مجوسیوں اور شام کے بعض اطراف سے جزیرہ وصول فرمایا اور شاہ ہرقل اور شاہ مصر اسکندر یہ مقوس اور شاہان عمان وغیرہ نے حضور ﷺ کو ہدایا بھیجے اور آپ کی تعظیم و تکریم کی پھر حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلفاء راشدین کے ادوار مبارک میں فتوحات کا سلسلہ پھیلا، پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں ملک شام پورا فتح ہو گیا، اسی طرح پورا ملک مصر اور فارس کا اکثر حصہ اسی دور میں قیصر و کسریٰ کا خاتمہ ہوا، اس کے بعد خلافت عثمانی میں اسلامی فتوحات کا دائرہ مزید پھیلا، بلاد مغرب اندلس اور قبرص تک مشرق اقصیٰ میں بلاد چین تک اور عراق و خراسان سب آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ اور پھر صحیح حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے پوری زمین کے مشارق و مغارب دکھائے گئے، میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں تک پہنچے گی جو مجھے دکھائے گئے ہیں۔ اس عنوان پر مزید تفصیل مطلوب ہو تو تفسیر ابن کثیر سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ آیہ مقدسہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل بھی ہے کیونکہ جو پیش گوئی فرمائی گئی تھی وہ بطریقہ اتم پوری ہوئی، نیز یہ آیہ مبارکہ خلفاء راشدین کی خلافت کے حق و صحیح ہونے کی بھی دلیل ہے، اگر خلافت راشدہ کے دور کو نہ مانا جائے تو پھر قرآن مقدس کا یہ وعدہ کہیں پورا نہیں ہوا۔ حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ سے فاقہ کی شکایت کی ایک شخص نے راستہ محفوظ نہ ہونے کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا اگر تمہاری عمر ہوئی تو تم دیکھو گے ایک سفر کرنے والی خاتون حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور کعبہ کا طواف کرے گی اور اُسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔ حضرت امام جعفر فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو راستہ میں ایک چٹان

حائل ہو گئی حضور ﷺ نے اس پر ضرب لگائی تو اس کے تین ٹکڑے ہو گئے، پہلی مرتبہ آگ کا شعلہ نکلا تو فرمایا مجھے کسریٰ کا محل دکھایا گیا، دوسری مرتبہ قیصر روم کا محل اور تیسری مرتبہ یمن۔ اس کی وجہ جبریل امین علیہ السلام نے اس طرح بیان کی کہ میرے دین کے مددگار ان ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں کے لوگوں کو میری شریعت کا پابند کریں گے، اس خوشخبری پر صحابہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

آیہ پاک کے آخری حصہ میں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا گیا، ایمانداروں کا وصف بیان ہوا کہ وہ میری عبادت کرتے ہیں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، کفار کے متعلق ہرگز خیال نہ کرنا کہ وہ زمین میں ہمیں عاجز کرنے والے ہیں یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ کفار ہماری گرفت سے باہر نہیں یہ بھی خیال نہ کیا جائے کہ ہم ان کو عذاب میں نہیں پکڑ سکیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
 وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا
 الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسِبَنَّ
 الَّذِينَ كَفَرُوا فَعْزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا
 مِنْهُمْ شَيْءٌ وَلَيْسَ الْمَصِيْرُ إِلَّا بِهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَ الَّذِينَ مَلَكَتْ
 أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ
 مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ
 الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ
 الظَّهْرِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ﴿۵۷﴾
 ثَلَاثَ عَوَارَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا

نماز ادا کیا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول اللہ کی
 اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (۵۶) یہ
 خیال نہ کیجئے کہ کفار زمین میں عاجز کرنے
 والے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ بہت
 برا ٹھکانہ ہے (۵۷) اے ایمان والو! گھروں
 میں داخل ہوتے وقت تمہارے غلام اور جو
 لڑکے ابھی جوانی کو نہیں پہنچے تین مرتبہ اجازت
 لیا کریں، نماز فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو
 اپنے کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد
 یہ تمہارے لئے تین پردے کے وقت ہیں ان

اوقات کے علاوہ نہ تم پر نہ ان پر کوئی حرج نہیں ہے
ایک دوسرے کے پاس تمہارا آنا جانا رہتا ہے یوں
اللہ تمہارے لئے اپنے احکام صاف صاف بیان
فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم ہے حکیم ہے (۵۸)

عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ طَوْفُونَ
عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ
يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

حکیم

صَلَّى
الْعِظَمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں زندگی کو اچھے انداز میں گزارنے کا ایک ضابطہ فرمایا گیا ہے کہ جب کسی کے گھر
داخل ہونے لگو تو پہلے اجازت طلب کرو ممکن ہے گھر والے کسی ایسے انداز میں ہوں جو کسی پر ظاہر ہونے کو
پسند نہ کریں اس لئے بھی اجازت لینے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ کوئی اور کسی کی آزادی میں دخیل ہو، اس لئے بھی
کہ گھر والے اس کی اچانک حرکت سے غصہ میں آکر لڑائی نہ کرنا شروع کر دیں۔

اس ضابطہ اجازت سے بچوں کو اور گھر کے خدام کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے کہ ان کا گھر میں آنا جانا رہتا ہے
اگر ان پر بھی یہ پابندی عائد کر دی جائے تو یہ تکلیف پریشانی کا سبب بنتا ہے، اس لئے آیت مبارکہ میں
بچوں اور خدام کے سلسلہ میں وضاحت کر دی گئی کہ اگر بچے اور خدام بھی آیت میں بیان کئے گئے تین
اوقات میں داخل ہوں تو وہ بھی اجازت لے کر داخل ہوں کہ ان اوقات میں عموماً پردہ کے سلسلہ میں کوتاہی
ہو جاتی ہے۔ ان اوقات کے علاوہ بچے اور خدام بلا اجازت بھی داخل ہو سکتے ہیں۔

”طوافون“ کے ارشاد سے واضح کیا گیا ہے کہ بچوں اور خدام کو بلا اجازت آنے کی اجازت اس لئے
ہے کہ تمہارا ایک دوسرے کے پاس کثرت سے آنا جانا رہتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا
اللہ تعالیٰ ستر کرنے والا ہے اور ستر کو پسند کرتا ہے۔ اس آیہ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا، ایک انصاری اور
اس کی بیوی نے نبی پاک ﷺ کیلئے کھانا تیار کیا اور لوگ اُن سے اجازت لئے بغیر ان کے گھر میں داخل ہو
گئے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کتنی بری بات ہے کہ ایک عورت اور اس کا خاندان

ایک کپڑا اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا خادم اجازت لئے بغیر گھر میں داخل ہو جاتا ہے، اس موقع پر یہ آیت پاک نازل ہوئی، اس سبب کو مقاتل بن حیان نے اس آیہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ آیہ مبارکہ پر سوال ہو سکتا ہے کہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم دیا جا رہا ہے، جبکہ نابالغ تو شرعاً کسی حکم کا مکلف ہی نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مخاطب دراصل بالغ مرد و عورت ہیں کہ وہ چھوٹے بچوں کو سمجھا دیں کہ ایسے وقت میں بغیر پوچھے اندر نہ آیا کریں، جیسے حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور دس سال کا ہو جائے تو سختی سے پابند بناؤ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

اور جب تمہارے بچے حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اجازت طلب کیا کریں جیسے وہ لوگ اجازت طلب کرتے ہیں جن کا پہلے ذکر ہوا، ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو تمہارے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم ہے حکیم ہے (۵۹) اور بوڑھی گھر بیٹھنے والی خواتین جنہیں نکاح کی آرزو نہ ہو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے بالائی کپڑے رکھ دیں بشرطیکہ اپنی زینت کو ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور ان کا اس سے بچنا بہت بہتر ہے اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے (۶۰)

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَنْ يَسْتَغْفِنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۶۰﴾

صَلَّى
الْعِظَمِ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں نابالغ بچوں کے گھر آنے جانے کے قواعد بتائے گئے، اس آیہ مقدسہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ جب وہ نابالغ بچے جوان ہو جائیں تو گھروں میں اُن کے آنے جانے کا طریقہ فرمایا جا رہا ہے کہ جوان ہو جانے پر یہ بھی اجازت سے آیا جایا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو کھول کھول کر بیان فرماتا ہے وہ علم والا ہے حکمت والا ہے۔

اگلی آیہ پاک میں اُن بوڑھی خواتین کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہیں نکاح کی آرزو نہ ہو، بڑھاپے کو پہنچ چکی ہیں انہیں اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ اپنے اوپر اوڑھنے والی چادر استعمال نہ کریں تو حرج نہیں مگر یہ اجازت اس وقت ہے جب چادر استعمال نہ کرنے سے اُن کے پیش نظر اپنی آرائش اور زینت نہ ہو، ہاں یہ بوڑھی خواتین اس سے بھی بچیں تو بہت اچھا ہے اللہ سمیع ہے اور علیم ہے وہ جانتا ہے کہ یہ خواتین کس نظریہ سے اپنی چادروں کو اتار رہی ہیں۔ القواعد سے مراد ایسی بوڑھی خواتین مراد ہیں جو گھر کا کام کاج کرنے سے عاجز ہو جائیں، حیض آنا بند ہو جائے، بچے نہ ہو سکیں۔ فرمایا گیا ایسی عورتوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے حجاب کے کپڑے اتار کر رکھیں۔

فقہاء فرماتے ہیں وہ بوڑھی خواتین جو نکاح سے مایوس ہو چکی ہیں اگر ان کے سر کے بال کھلے ہوں تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ اپنا دوپٹہ اتار کر رکھ لیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ گھر میں قیص پہنے اور دوپٹہ اوڑھے جبکہ اوپر اوڑھنے والی چادر اتار سکتی ہے، خواتین کے بناؤ سنگھار کے متعلق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ ارشاد واضح دلیل ہے جو آپ نے ام الضیاء کو فرمایا، آپ سے عرض کی گئی ام المؤمنین آپ بالوں کے رنگنے، کپڑوں کو رنگنے، کانوں میں بالیاں پہننے، پازیب پہننے، سونے کی انگوٹھی پہننے اور باریک کپڑوں کے پہننے میں کیا فرماتی ہیں؟ آپ نے فرمایا خواتین کیلئے یہ سب کچھ جائز ہے، حلال ہے لیکن تمہارے اس بناؤ سنگھار کو غیر محرم نہ دیکھے، مقاتل بن حیان فرماتے ہیں عورت کیلئے اوپر اوڑھنے والی

چادر اتار کر گھر سے نکلنا جائز نہیں جس سے اس کے گلے کا ہار، کانوں کی بالیاں دکھائی دیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْهَرِيصِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بِيُوْتِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ اٰبَائِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ اُمَّهَاتِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ اَخَوَاتِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ عَمَلَتِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بِيُوْتِ خَلَتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكَتْكُمْ يَمَانِيَةً اَوْ صَدَقْتِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيعًا اَوْ اَشْتَاتًا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۙ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

نایبنا پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچا کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھر سے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ پھر جب تم ان گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، اللہ سے اچھی دعا کرو کہ برکت اور پاکیزگی اللہ کی طرف سے نازل ہو، اللہ اسی طرح تمہارے لئے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو (۶۱)

تفسیر

اس آئیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، مسلمانوں نے بیماروں، اپاہجوں، اندھوں اور لنگڑوں کے ساتھ کھانے میں حرج سمجھا کہ اندھا کھاتے وقت دیکھ نہیں سکتا، لنگڑا پوری طرح بیٹھنے پر قادر نہیں اور صحیح طریقہ سے کھا نہیں سکتا، بیمار آدمی اپنی بیماری، کمزوری کی وجہ سے اچھی طرح کھا نہیں سکتا، اسی وجہ سے وہ معذور لوگوں کے ساتھ کھانے میں حرج سمجھنے لگے تو یہ آئیہ مبارکہ نازل ہو گئی اگر تم اندھوں، بیماروں، لنگڑوں کے ساتھ کھانا کھاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

معذور آدمیوں کے ساتھ کھانے کے سلسلہ میں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کھلا بیان ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک معذور کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ پیالہ میں شریک کر لیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر اللہ پر توکل اور اعتماد کر کے کھاؤ۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے حضرت یحییٰ بیان فرماتے ہیں ایک سیاہ رنگ کا چچک کا مریض آیا، وہ جس شخص کے پاس بھی بیٹھتا تھا وہ اس کو اٹھا دیتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، مسلمان حضور ﷺ کے ساتھ سفر کرنے کو سعادت سمجھتے تھے اور ساتھ جاتے وقت اپنی چابیاں کفیلوں کو دے دیتے اور یہ کہہ دیتے کھانے کی ضرورت ہو تو کھالیا کرنا مگر یہ چابیاں لینے والے کچھ کھاتے پیتے نہ کہ صاحب مکان نے بخوشی اجازت نہیں دی تھی اور وہ کہتے تھے ہم تو ان کے امین ہیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آئیہ کریمہ نازل فرمائی۔

آئیہ مبارکہ میں ماں باپ، بہنوں، بھائیوں، چچاؤں، پھوپھیوں، اپنے ماموں، خالائوں کے گھر سے یا ان کے گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھر سے تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ ہو کر۔ آئیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کہو، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہو، ابن

جرت سے سوال کیا گیا کسی شخص پر یہ حق ہے کہ جب وہ اپنے گھر جائے تو سلام کہے انہوں نے کہاں ہاں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہو، کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو، جب کوئی گھر میں داخل ہوتے سلام کہتا ہے اور کھانے پر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے اس گھر میں تمہارے لئے کوئی نہ ٹھکانہ ہے اور نہ کھانا ہے جب کسی گھر میں داخل ہو اور وہاں مسلمان ہوں تو کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اگر وہاں کوئی موجود نہ ہو تو کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، اگر غیر مسلم ہوں تو کہے ”السلام علی من اتبع الهدی“

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

سچے ایماندار وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب وہ آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کیلئے ہوتے ہیں تو وہ آپ کی اجازت کے بغیر چلے نہیں جاتے، بیشک وہ لوگ جو آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کیلئے اجازت مانگیں تو اجازت دے دیجئے جسے آپ چاہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے (۶۲)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعًا عَلٰی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذٰہِبُوْا حَتّٰی يَسْتَاْذِنُوْہٗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَاْئِئِہُمْ فَاَذَنْ لِّسَنَ شَأْنٍ مِّنْہُمْ وَاسْتَغْفِرْ لِّہُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

اللہ
اصدق
العظیم

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، جب ابوسفیان قریش مکہ اور قبائل عرب کو لے کر مدینہ منورہ پر

حملہ آور ہوا تو حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، سردی کی شدت تھی، خوراک کا انتظام کمزور تھا پیٹ بھر کر کھانے کیلئے خوراک میسر نہ تھی، حضور ﷺ کے جان نثار صحابہ کرام تو تعمیل حکم میں مصروف تھے مگر منافق یہ وقت برداشت نہ کر سکے اور آہستہ آہستہ کئی کترا کر ٹکنا شروع کر دیا اور جھوٹ موٹھ کے بہانے بنا کر علیحدہ ہوئے تو یہ آہ مبارکہ نازل ہوئی کہ ایمان داروں کا یہ شیوہ نہیں کہ ایسے نازک موقع پر بغیر اجازت حاصل کئے کھسکنے لگیں یا جھوٹے بہانے بنا کر واپس لوٹنے کی اجازت حاصل کریں۔

اس آہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ جب حضور ﷺ کسی دینی کام کیلئے لوگوں کو جمع کریں تو ایمانی تقاضا یہ ہے کہ لوگ جمع ہو جائیں اور پھر آپ کی اجازت کے بغیر نہ جائیں، کوئی ضرورت لاحق ہو تو حضور ﷺ سے اجازت حاصل کریں اور حضور ﷺ کو ارشاد ہے کہ کوئی خاص حرج اور ضرورت نہ ہو تو اجازت دے دیا کریں۔ اس ضمن میں منافقین کی مذمت ہے، جو بدنامی سے بچنے کیلئے حاضر تو ہو جاتے مگر پھر کسی نہ کسی انداز سے نکل جاتے۔ آہ پاک میں ہے کہ حضور ﷺ امر جامع کیلئے بلائیں وہ امر جامع کیا ہے تفسیر مظہری میں ہے امر جامع سے مراد وہ کام جس کیلئے رسول اللہ ﷺ لوگوں کو جمع کرنا ضروری جائیں اور کسی خاص کام کیلئے جمع فرمائیں، جیسے غزوہ احزاب میں خندق کھودنے کا کام تھا، امر جامع سے مراد جہاد کا لشکر بھی ہے پانچ وقت کی نماز بھی ہے، نماز جمعہ یا نماز عید بھی ہے۔ مفسرین نے کہا ہے رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے ہوتے تو کوئی شخص اپنے کسی کام کیلئے مسجد سے جانا چاہتا تو سامنے کھڑا ہو جاتا آپ دیکھ کر جان لیتے یہ اجازت کیلئے کھڑا ہے پھر آپ اُن میں سے جسے چاہتے اجازت دے دیتے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جمعہ کے خطبہ میں امام ہاتھ کے اشارہ سے اجازت دے دے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

رسول اللہ کو ایسے نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے جو ایک دوسرے کی آڑ لے کر کھسک جاتے ہیں جو لوگ خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ انہیں کوئی دردناک مصیبت نہ آجائے (۶۳) آگاہ ہو جاؤ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی ہے اور تم جس حالت پر ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے اور جس دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اور وہ انہیں ان کے کردار سے آگاہ کر دے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (۶۴)

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْتَلُونُ مِنْكُمْ لَوْ اذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝۶۳ اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ وَاَيَوْمَ يَرْجِعُونَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۶۴

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الخطیب

تفسیر

اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے کہ حضور ﷺ سے بات کرتے وقت ایسا انداز اختیار کرنے سے روکا جا رہا ہے جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کیلئے اختیار کرتے ہو، شور مچانے سے روکا جا رہا ہے، حضور ﷺ کی بارگاہ میں بلند آواز کرنے سے روکا جا رہا ہے، بے نیکی بے معنی انداز اختیار کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ کو بلانا مقصود ہو تو حضور ﷺ کی صفات مقدسہ سے بلاؤ جیسے یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ اللہ اور حضور کے ذاتی نام سے نہ بلاؤ جیسے کوئی کہے یا محمد (ﷺ) یعنی حضور ﷺ کو یا محمد نام کے اعتبار سے نہ بلایا جائے اگر کوئی آپ کو اس لحاظ سے یا محمد کہتا ہے کہ محمد کا معنی ہے بے حد تعریف کیا گیا، بے حد حمد کیا گیا اگر کسی نے اس نسبت سے بلایا تو علماء نے جائز کہا ہے جیسے حضور ﷺ کے مدینہ منورہ آنے پر لوگوں نے کہا، یا محمد یا رسول اللہ، جبریل نے حاضر ہو کر عرض

کی ”یا محمد اخبرنی عن الاسلام“ اس میں بلانا مقصود نہیں متوجہ کرنا ہے۔

یعنی حضور ﷺ کو عا میانہ انداز میں نام لے کر نہ بلاؤ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ تمہیں رسول اللہ بلائیں تو حضور کے بلانے کو اپنے بلانے پر قیاس نہ کریں کہ تمہارے بلانے پر کسی کا جانا فرض نہیں مگر رسول اللہ کے بلانے پر جانا فرض ہے، گویا حضور کے بلانے پر تاخیر سے نہ جاؤ بلکہ فوراً حاضری دو کہ آپ کے بلانے پر جانا فرض ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا جو لوگ رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے بچیں کہ انہیں کوئی مصیبت آ پہنچے، یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے، بعض لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ یا محمد کہنا خلاف ادب ہے، اور یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ کہنا بھی صحیح نہیں۔ اس سلسلہ میں بھی بات ذہن نشین ہونی چاہئے حضور ﷺ کو بلاتے وقت یا محمد کہہ کر بلانے سے بچا جائے حضور ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے یا محمد کہا گیا تو حرج نہیں جیسے پیچھے ذکر کیا گیا ہے کہ جبریل امین نے حاضر ہو کر عرض کی، ”یا محمد اخبرنی عن الاسلام“ اس ارشاد گرامی کا واضح مفہوم دوسری جگہ اس طرح ذکر ہے ”لا تحجروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض“ یعنی جب حضور ﷺ سے بات کرو تو ادب کو ملحوظ رکھو، ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے باتیں نہ کرو جیسے لوگ آپس میں کیا کرتے ہیں، جب آپ گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو باہر سے آواز دے کر نہ بلاؤ بلکہ آپ کے باہر آنے کا انتظار کرو۔ سورہ حجرات شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، ”ان الذین ینادونک من واء الحجرات“ خلاصہ کے طور پر یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کو آپ کے ذاتی نام سے نہ بلاؤ بلکہ صفاتی ناموں سے پکارو، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ (ﷺ) اس میں عزت ہے تو قیر ہے، حضور ﷺ کا احترام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے سورۃ النور کا ترجمہ، مختصر تفسیر مکمل ہوئے، خدا کرے قرآن

مقدس کے باقی حصہ کی تفسیر و ترجمہ کی سعادت نصیب ہو۔۔۔ آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

سورة الفرقان

یہ سورہ پاک مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھ رکوع ہیں، اور ستر آیات مبارکہ اس سورہ الفرقان اور پہلی سورہ نور میں باہمی مناسبت اس طرح ہے، سورہ النور کے اختتام پر اس مضمون کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اور سورہ الفرقان کے آغاز میں بھی یہی مضمون ملتا ہے کہ ”لہ ملک السموات والارض“ جمہور کے نزدیک یہ سورہ پاک مکی ہے اس سورہ پاک کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی گئی ہے۔ قرآن مقدس کی جلالت شان کو بیان فرمایا گیا ہے، حضور ﷺ کی جلوہ گری کو تمام لوگوں کیلئے احسان قرار دیا گیا ہے۔

آپ کی نبوت کے سچا ہونے کے دلائل فرمائے گئے ہیں اس سورہ پاک میں مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے، نیکوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، بُروں کو دوزخ سے ڈرایا گیا ہے، مشرکین کے بارہ میں بتایا گیا، قیامت کے دن انہیں رسوائی کے بغیر کچھ نہ ملے گا اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک ہونے پر دلائل فرمائے گئے ہیں۔ حضور ﷺ کو دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا ہے آپ کو صبر و ضبط پر قائم رہنے کا درس ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ



اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

وہ برکت والا ہے جس نے اپنے مکرم بندے پر قرآن مجید کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والے ہوں (۱) وہ ذات جس کی

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَلَ الْفُرْقَانِ عَلٰی عَبْدِهِ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

سلطنت میں تمام آسمان اور تمام زمینیں ہیں اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک ہے اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو ایک مقرر کردہ اندازے پر رکھا (۲) اور لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے لئے کسی نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ وہ موت کے مالک ہیں نہ حیات کے اور نہ ہی مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کے (۳) اور کفار نے کہا یہ قرآن تو صرف من گھڑت بات ہے جس کو اس (رسول) نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو ان کافروں نے ظلم کیا اور جھوٹ بولا (۴)

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَلَهُ يَتَّخِذُ وَلَدًا وَلَكُمْ لَكَ شَرِيكٌ
فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ
فَقَدْ كَفَرَ يَتَذَكَّرُ ۖ وَأَتَّخِذُ وَاوِينَ
دُونَهُ ۖ إِلَهًا لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ
وَلَا يَمُوتُونَ ۖ وَلَا لَنَفْسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا
وَلَا يَمْلِكُونَ فَوْتَاحًا وَلَا حَيَوتًا وَلَا شُورًا ۖ
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا
إِفْكٌ أَفْتَرْتَهُ وَآعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ
فَقَدْ جَاءَ وَظَلَمًا وَزُورًا ۖ

اللَّهُ
الْعَظِيمُ

تفسیر

تبارک برکت سے مشتق ہے برکت کے معنی خیر کی کثرت کے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے ہر خیر و برکت اللہ کی طرف سے ہے اگر اس کی خیر و برکت کا دسترخوان وسیع نہ ہوتا تو اس کائنات کا حسن و جمال بھی دکھائی نہ دیتا اور یہ رونقیں اور بہاریں وجود میں نہ آتیں، خیر و برکت کا ایک عظیم پہلو اس طرح ارشاد فرمایا کہ اس نے اپنے بندہ خاص پر قرآن مجید کا نزول فرمایا جو حق و باطل کو واضح کرتا ہے اور اس کا اکل ترین بندہ جہاں عبودیت کی انتہاء ہو جاتی ہے اس کے

ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے خوفناک انجام سے سارے جہانوں کو بروقت متنبہ فرمائے، ”للعالمین“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے حضور ﷺ کی بعثت آپ کی نبوت و رسالت پوری کائنات کیلئے ہے، جہاں تک عالمین کا تصور جاتا ہے وہاں تک حضور ﷺ کی نبوت پھیلی ہوئی ہے اسی عنوان کو حضور ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا ”ارسلت الی الخلق كافة“ میں ساری کائنات کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اگلے حصہ میں فرمایا گیا فرقان اتارنے والا کون ہے؟ جس نے اُسے اپنے بندہ خاص پر نازل فرمایا ہے وہ ہے جس کیلئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے اور وہ اولاد سے پاک ہے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں، ہر چھوٹی بڑی شے کا وہی مالک ہے اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے، چھوٹی مخلوق سے بڑی مخلوق تک ہر شے کو گواہی دے رہی ہے کہ اس نے ہر شے کو پورے اندازے سے بنایا ہے۔ زمین کو اس قدر رقیق نہیں بنایا کہ اس پر جوشی رکھی جائے وہ ڈوب جائے نہ اُسے لوہے کی طرح سخت بنایا ہے کہ اُسے کھود نہ سکیں، پانی کو سیال بنایا ہے جس میں ہزاروں حکمتیں ہیں پانی ہر جگہ خود بخود نہیں جاتا اس میں انسان کو کچھ محنت کرنا پڑتی ہے، اور ہوا کسی محنت کے بغیر ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ اس عنوان پر امام غزالی کی ایک کتاب ہے جس کے مطالعہ سے اس عنوان پر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اس کتاب کا نام ”الحکمۃ فی مخلوقات اللہ“ ہے۔

انسان اپنے پر خیال کرے اس کی تخلیق کو کس قدر حسن و جمال سے نوازا ہے، دونوں ہاتھوں کا برابر ہونا، دونوں پاؤں کا یکساں ہونا، دونوں آنکھوں کا برابر ہونا کس قدر حسن و جمال کی جھلکی دکھاتا ہے اگر خدا نخواستہ ایک ہاتھ بڑا ہوتا دوسرا چھوٹا تو کیسا نقص دکھائی دیتا، ہر شے کی وضع قطع اور محل و مکان ایسی عمدگی سے مقرر کیا گیا ہے کہ اس میں بال برابر رد و بدل کیا جائے تو ہر شے خراب دکھائی دیتی ہے، قدرت کاملہ کے اس ذکر کے بعد فرمایا گیا کہ مشرکین کس قدر جاہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے ایسے معبود بناتے ہیں جو ہر قسم کے نقائص کا مجموعہ ہیں وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں، کسی شے کو کیا پیدا کر سکیں گے۔ وہ تو اپنے کو نفع نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے دوسروں کو کیا نفع پہنچا سکیں گے نہ کسی کو مارنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ

زندہ کرنے کی اور نہ ہی مرنے کے بعد زندہ کرنے کی۔ اگلی آیہ پاک میں کفار کے ایک اور اعتراض کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کہتے ہیں قرآن تو خود ساختہ کتاب ہے (معاذ اللہ) اس کتاب کے سلسلہ میں اور لوگوں نے بھی محمد (ﷺ) کی امداد کی ہے، یہ کیسا ان کا زبردست جھوٹ ہے اس اعتراض کا جواب فرمایا گیا ہے یہ کتاب نازل کرنے والی ذات والا صفات خود رب ذوالجلال ہے جو زمینوں آسمانوں کا مالک ہے اس کتاب نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر یہ کتاب خود ساختہ ہے تو اس کی مانند کوئی سورت یا کوئی ایک آیہ ہی بنا لاؤ، عرب کے فصیح و بلیغ لوگ عاجز آ گئے، مثال نہ لاسکے یہ دلیل ہے یہ کتاب کسی انسان کا کلام نہیں ورنہ دوسرے لوگ اسے لکھ لیتے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

کفار نے کہا یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں اس شخص نے انہیں لکھوا لیا ہے پھر یہ صبح و شام کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (۵) آپ فرمادیجئے یہ کتاب اس نے اُتاری ہے جو زمین و آسمان کے سارے رازوں کو جانتا ہے بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے رحم فرمانے والا ہے (۶) اور کفار نے کہا اس رسول کو کیا ہو گیا کہ کھانا کھاتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے ایسا کیوں نہ ہوا کہ اس کی طرف کوئی فرشتہ اُتار جاتا اور وہ اس کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا (۷) یا اس پر خزانہ اُتار جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس

وَقَالُوا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ اَنْتَ تَهَاوِي
ثُمَّ لِيْ عَلَيْهِ بُكْرَةٌ وَّاٰصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ
الَّذِيْ يَعْلَمُ الْسِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَفُوًّا رَحِيْمًا ۝
وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ
الطَّعَامَ وَيَشْبٰى فِي الْاَسْوَاقِ ۚ لَوْلَا
اَنْزَلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنُ مَعَهُ نَذِيْرًا ۙ
اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كِتٰبٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهُ جَنَّةٌ
يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ
اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝

اللہ
الصادق
العظیم

سے کھایا کرتا اور ظالموں نے یہاں تک کہہ دیا
کہ تم پیروی ایسے شخص کی کرتے ہو جس پر جادو
کیا گیا ہے (۸)

تفسیر

کفار کی طرف سے قرآن مقدس پر ایک اعتراض یہ تھا کہ یہ نازل کیا ہوا نہیں، من گھڑت واقعات
ہیں، پچھلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جو یہ سن کر اپنے صحابہ کو لکھ دیتے ہیں چونکہ خود اُمی ہیں لکھنا پڑھنا نہیں
جانتے اس لئے ان لکھے ہوئے قصوں کو صبح و شام سنتے رہتے ہیں پھر لوگوں کو سنا دیتے ہیں۔ اس کا جواب دیا
گیا یہ قصے کہانیاں نہیں، بلکہ اس علیم و خبیر کا کلام ہے جو زمین و آسمان کے ہر راز سے باخبر ہے اگر تم اپنی ہٹ
دھرمی چھوڑ دو اور حق کو قبول کر لو تو وہ تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دے گا تمہاری خطائیں معاف
کر دی جائیں گی وہ غفور ہے رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو لا جواب کتاب بنایا، ساری دنیا کو چیلنج کیا کہ کوئی اس کے مقابلہ میں
سورت یا کم از کم کوئی ایک آیت ہی بنا لاؤ مگر کوئی بھی ایسا نہ کر سکا حالانکہ حضور کی مخالفت میں مال و جان
دینے کو تیار رہتے تھے۔

کفار کی طرف سے دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں، چلتے پھرتے
ہیں اگر رسول ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہوتے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو کم از کم ان پر
اللہ کی طرف سے خزانہ اُترتا یا کوئی باغ ہی ہوتا کہ انہیں معاش کی فکر نہ ہوتی ہم کیسے مانیں یہ رسول ہے نہ تو
یہ فرشتہ ہے نہ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس پر کسی نے جادو کر دیا، کفار کی یہ بے سرو پا
باتیں کسی عقلمند کو متاثر نہیں کر سکتیں اور نہ ہی کفار کے اس شور و غوغا سے لوگ حق سے متنفر ہوں گے۔ ان
اعتراضات کا مختصر جواب تو اس آئیہ کریمہ میں دے دیا گیا ہے ”انظر کیف ضربو الک الامثال فضلو فلا

یستطیعون سبیلاً“ دیکھو یہ لوگ آپ کی شان میں کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے یہ سب لوگ گمراہ ہو گئے اور اب ان کو راہ ملنے کی کوئی صورت نہیں۔ افسوس کفار کو مصطفیٰ ﷺ کا زمین پر چلنا تو نظر آیا اور اعتراض کر دیا، کاش وہ محبوب کا مکان و لامکان کی حدوں سے گزرنا، عرش پر جلوہ گر ہونا بھی ان کے سامنے ہوتا کسی فرشتے کو ساتھ چلنے کی کیا ضرورت تھی مصطفیٰ ﷺ تو خدائے قدوس کی حفاظت میں چلتے پھرتے ہیں، ان کا یہ اعتراض ان کے پاس خزانہ ہوتا کاش وہ محبوب پاک کے اس ارشاد کو دیکھ لیتے، حضور ﷺ فرماتے ہیں ”لو شئت لصارت الجبال معی ذہبا“ اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ چل جاتے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک انصاری عورت آئی، اس نے رسول کے بستر پر ایک چادر دیکھی تو اس نے ایک بستر بھیج دیا جس میں اون بھرا ہوا تھا، حضور ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کی حضور انصاری عورت نے بستر بھیجا ہے، فرمایا عائشہ یہ واپس کر دو، اللہ کی قسم اگر میں چاہتا تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔ کاش حضور ﷺ کا یہ ارشاد سامنے ہوتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں ”اعطیت مفاتیح خزائن الارض“ مجھے ساری زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ حضور ﷺ کو غربت کا طعنہ دینے والے کاش خدا کا یہ حکم سامنے رکھتے، محبوب ہم نے تجھے خیر کثیر عطا کر دیا ہے ”انا اعطینک الکوثر“۔ محبوب وہ لوگ تیری شان کو گھٹا کر خود گمراہ ہو گئے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، کاش شان محبوب دیکھنے کیلئے انہیں صہیب رومی، سلمان فارسی، بلال حبشی رضی اللہ عنہم کا ذوق راہنمائی کرتا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا الْكَافَ الْمَثَالَ فَضَلُّوا
فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۙ تَبَرَّكَ
الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ
ذَلِكَ جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۙ بَلْ كَذَّبُوا
بِالسَّاعَةِ ۖ وَاعْتَدُوا لِلْحِسْرِ كَذَّبَ
بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۙ إِذَا رَأَوْهُمُ مِنَ
تَكَاثُفٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيظًا وَزَفِيرًا ۙ
وَإِذَا أَلْقَاوُهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ
دَعَا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۙ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ
ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۙ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

آپ دیکھئے انہوں نے آپ کیلئے کیسی مثالیں
گھڑ رکھی ہیں پس وہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے اب
وہ کسی طرح ہدایت پر نہیں آتے (۹) وہ برکت
والا ہے اگر چاہے تو آپ کیلئے (ان کے کہے
ہوئے) باغات سے بہتر ہے، ایسے باغات بنا
دیئے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ
کیلئے محل بنادے (۱۰) بلکہ انہوں نے قیامت
کو جھٹلایا اور جس نے قیامت کو جھٹلایا ہم نے
اس کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (۱۱)
اور جب وہ آگ اُن کو دور سے دیکھے گی تو وہ اس
کے غصہ سے بھرنے اور دھاڑنے کی آوازیں
سنیں گے (۱۲) اور جب انہیں زنجیروں سے
جکڑ کر تنگ جگہ میں جھونکا جائے گا تو وہ وہاں
موت کو پکاریں گے (۱۳) آج تم ایک موت کو
نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو (۱۴)

محبوب دیکھئے! آپ کیلئے انہوں نے کیسی عجیب عجیب باتیں گھڑ رکھی ہیں، وہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے
اب وہ کسی طرح ہدایت پر نہیں آئیں گے، کفار نے کہا تھا اس کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا تو اس کا جواب دیا
گیا اگر اللہ چاہے تو آپ کیلئے اس سے بہتر باغات بنادے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور محلات بنا

دے یہ باتیں کہہ کر انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے اور ہم نے ان کیلئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا جب انہیں دوزخ کی آگ دیکھے گی اس میں ذکر ہے دوزخ کی آنکھیں ہیں، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایک صحابی سے روایت ہے فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی نسل کو بدلا اپنے کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا وہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے درمیان ٹھکانا بنا لے، عرض کی گئی یا رسول اللہ جہنم کی بھی آنکھیں ہیں تو آپ نے یہی فرمایا تم نے سنا نہیں اللہ فرماتا ہے جب آگ ان کو دور سے دیکھے گی۔

ایک اور حدیث شریف میں ذکر ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ اپنی گردن باہر نکالے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گی دوکان ہوں گے جن سے وہ سنے گی ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گی اور وہ کہے گی میرے سپرد تین قسم کے شخص کئے گئے ہیں ایک جو متکبر اور معاند ہے، دوسرا جو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرتا تھا، تیسرا جو تصویریں بناتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص کو دوزخ کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائے گا تو دوزخ اس طرح چلائے گی جیسے خچر گھاس کو دیکھ کر چلا تا ہے، عبید بن عمر لیشی اس کی تفسیر میں کہتے ہیں جہنم اس طرح دھاڑ رہی ہوگی کہ ہر فرشتہ، ہر نبی اس کی آواز سن کر خوف سے گر جائے گا اس کے کندھے کپکپا رہے ہوں گے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جب کفار کو زنجیروں میں جکڑ کر دوزخ کی تنگ جگہ میں جھونکا جائے گا تو وہاں وہ موت کو پکاریں گے، حضرت یحییٰ بن اسید فرماتے ہیں، ان کو اس طرح زبردستی دوزخ میں جھونکا جائے گا جس طرح کیل کو دیوار میں ٹھونک دیا جاتا ہے، انہیں کہا جائے گا آج تم ایک موت کو نہ پکارو بہت موتوں کو پکارو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

قُلْ أَذِلَّكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي
وُعِدَ الْمُتَّقُونَ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَ
مَصِيرًا ۖ أَلَمْ يَشَاءُوا أَنْ يَخْلَقُ
كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا ۖ وَ
يَوْمَ يُخْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ فَيَقُولُ ۖ أَأَنْتُمْ أَضَلُّتُمْ عِبَادِي
هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۖ قَالُوا
سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يُنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ
مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ
وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا
قَوْمًا بُورًا ۝۱۸

صَلَّى
الْحَقِّ
الْحَقِّ

آپ کہہ دیجئے یہ بھڑکتی ہوئی آگ بہتر ہے یا
دامی جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا
ہے یہ جنت ان کے اعمال کا صلہ ہوگا اور ان کی
زندگی کا انجام (۱۵) ان کیلئے اُس میں وہ ہر
نعمت ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اس میں
ہمیشہ رہیں گے آپ کے رب کے ذمہ وعدہ ہے
جس کا پورا کرنا لازم ہے (۱۶) جس دن اللہ
انہیں اکٹھا کرے گا اور ان باطل خداؤں کو
جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہیں تو اللہ ان (باطل
معبودوں) سے پوچھے گا کیا میرے ان بندوں کو
تم نے گمراہ کیا یا وہ خود ہی سیدھی راہ سے بھٹک
گئے تھے (۱۷) تو وہ کہیں گے اللہ تو پاک ہے
ہمیں یہ بات زیب نہ دیتی تھی کہ ہم تیرے سوا
کسی غیر کو دوست بنائیں، لیکن تو نے انہیں اور
ان کے آباؤ اجداد کو آرام دیا یہاں تک کہ انہوں
نے تیری یاد کو بھلا دیا اور وہ تباہ ہو گئے (۱۸)

تفسیر

کفار و مشرکین کو زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ دوزخ کے عذاب سے پریشان
ہوں گے، کئے کی سزا بھگتیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا، بتاؤ یہ دوزخ بہتر ہے یا دامی جنت جس کا وعدہ

پر ہیزگاروں سے کیا گیا ہے۔ جنتیوں کی حوصلہ افزائی کو اس طرح فرمایا گیا کہ یہ جنت ان کے اعمال صالحہ کا صلہ ہے اور اس میں انہیں وہ ہر شئی ملے گی جس کو چاہیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کا یہ وعدہ بہر حال پورا ہوگا، اور جس دن اللہ انہیں اور باطل معبودوں کو جنہیں یہ پوجتے تھے اکٹھا کرے گا تو فرمائے گا اے معبودانِ باطل، کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تم نے انہیں کہا تھا ہمیں خدا مانو اور ہماری عبادت کرو اے مشرکین! سن لو اس وقت تمہارے سارے باطل معبود کہیں گے اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے ہم یہ جرأت کیسے کر سکتے تھے کہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلائیں، ان لوگوں کی گمراہی کی وجہ یہ نہیں کہ ہم نے انہیں کہا تھا بلکہ ان کی دولت کا وافر ہونا، ان کی گمراہی کا سبب بنا اور وہ تیری یاد سے غافل ہو گئے اور برباد ہو گئے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جنتیوں کو جنت میں ہر شئی ملے گی جیسے وہ چاہیں گے، کعب احبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو شخص شراب کا عادی اُسے شراب جنت میں نہیں ملے گی ان پر اعتراض ہے، قرآن تو کہتا ہے ہر شئی ملے گی جسے چاہیں گے کعب کہتے ہیں وہ شراب کو بھول جائے گا اور وہ اس کو یاد ہی نہیں آئے گی، ہر باطل خواہش جنت میں جنتیوں کے دلوں میں پیدا ہی نہیں ہوگی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ

فَقَدْ كَذَّبَكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ
صَرَخًا وَلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَظْلِمُ فَنُكْمُ
نُزُقِهِ عَذَابًا كَبِيرًا ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ
مِنَ الرُّسُلِينَ إِلَّا أَنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ
وَيَشْهَوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ ۖ وَجَعَلْنَا
بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ
وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۝

اللَّهُ
الْعَظِيمُ

(اے کفار!) تمہارے معبودوں نے تمہیں جھٹلا دیا جو تم کہتے ہو، اب نہ تم اپنے سے عذاب کو پھیر سکتے ہو اور نہ تمہاری مدد کی جائے گی اور جس نے تم میں سے ظلم کیا تو ہم اُسے بڑا عذاب چکھائیں گے (۱۹) اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں چلا پھرا کرتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنا دیا کیا تم صبر کرو گے اور آپ کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے (۲۰)

تفسیر

مشرکین سے فرمایا جا رہا ہے تمہارے معبودوں نے تمہیں جھٹلا دیا جو کچھ تم کہتے تھے، اب کوئی نہ تم اپنے سے عذاب پھیر سکے گا نہ تمہاری مدد کی جائے گی۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانا اور عبادت کی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام انہیں جھٹلا دیں گے جن لوگوں نے عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور عبادت کی، عزیز علیہ السلام انہیں جھٹلا دیں گے، جن لوگوں نے فرشتوں کی عبادت کی فرشتے انہیں جھٹلا دیں گے۔

آیہ کریمہ میں واضح ارشاد ہوا، ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے، اس آیہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ کہا، یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں سب سے ان کے زمانہ کے مشرکوں نے یہی کہا تھا کہ تم کیسے رسول ہو جو کھانا کھاتے ہو اور بازاروں میں چلتے پھرتے

ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا بازاروں میں چلنا، تجارت اور ذریعہ معاش کیلئے ہوتا تھا جس میں کوئی قباحت نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کام کاج کرتے تھے، محنت مزدوری کرتے تھے کسی قسم کی قباحت نہ تھی، حضور ﷺ نے فرمایا کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے افضل اور بہتر کھانا نہیں کھایا، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی کمر پر لکڑیاں لا کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے، وہ اس کو دے یا نہ دے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو کسی چیز کو خریدتا ہے یا فروخت کرتا ہے یا کسی سے تقاضا کرتا ہے تو نرمی سے کام لیتا ہے، آیہ پاک میں فرمایا کفار و مشرکین کا یہ اعتراض نہایت لغو ہے کہ حضور کھانا کھاتے ہیں بازاروں میں چلتے ہیں، پہلے انبیاء علیہم السلام بھی تو یہ کرتے تھے ان پر اعتراض نہیں، رسول اللہ ﷺ پر کیوں؟

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا اہل نعمت اور اہل مصیبت ایک دوسرے کیلئے آزمائش ہیں اہل نعمت اہل مصیبت سے شکر میں اور اہل مصیبت اہل نعمت سے صبر میں ایک دوسرے کی آزمائش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور جس پر فضیلت دی اس کو صبر کرنے کا حکم دیا اور جس کو فضیلت دی اس کو شکر کرنے کا حکم دیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ